بیادِ امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

بریلوی ہمارا مسلک نہیں، یہ یونہی ہے جیسے لوگ معراج الدین کو "ماجا" اور نور الدین کو "نورا" کہہ دیتے ہیں۔ تو اسے ہم انہیں منانا چاہئے۔ ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور رہیں گے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ ہمارے بزرگ اور قابل احترام شخصیت ہیں، ان کی نسبت سے اگر لوگ ہمیں "بریلوی" کہہ دیتے ہیں تو ہمیں خود کو "بریلویت" کے تنگ حصار میں بند نہیں کر دینا چاہئے۔ یہ ہمارے خلاف ایک سازش ہے کہ ہم اجماع امت کے مسلک حقہ اہل سنت کی وسیع شناخت کھو کر بریلویت کا لیبل لگا لیں اور بقیہ فرقہ وارانہ جماعتیں خود کو اہل سنت کہلوائیں۔

مفتی حافظ محمد عالم صاحب۔ سیالکوٹ۔ پاکستان

تحریکِ فکرِ رضا

۱۶۷، ٹوم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

جلد ۴ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ء (۱۳) ربیع الاول تا جمادی الاول ۱۴۱۹ھ شمارہ ۳

فہرست

رابطہ کا پتہ : Correspondence Address :

TEHREEK-E-FIKR-E-REZA

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008. (INDIA)

اداریہ　　　　　　　　　　　　　　محمد زبیر قادری

ہماری نوجوان نسل کو بچالیجئے

بچپن ، جوانی ، بڑھاپا انسانی زندگی کے تین دور ہوتے ہیں۔ بچپن سیکھنے اور سمجھنے کا دور ہوتا ہے اور جوانی اسی بچپن کی سیکھ کا آئینہ ہے۔ بچہ اپنے والدین، اساتذہ، اکابر اور ماحول سے جو کچھ سیکھتا ہے جوانی میں اسی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ جوانی امتحانات سے مُد ہے اس میں بڑے بڑے امتحانات اور فیصلوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جوانی کی لغزشوں اور غلطیوں کا خمیازہ آدمی کو مرتے دم تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بلا شبہ جوانی اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت ہے اور اس نعمت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو عالم پیری میں جوانی کی غلطیوں کو یاد کر کے پچھتاتا ہو۔ آج ہم امت مسلمہ کے نوجوانوں کا جائزہ لیں تو عجیب بے راہ روی میں جتلا نظر آتے ہیں۔ مقصد حیات سے لاعلم نوجوان متاع زیست کو یونہی گنوا رہے ہیں۔ ایک طرف دین سے دور مغربی کلچر کے دلدادہ نوجوان ہیں تو دوسری طرف مدارس اسلامیہ کے فارغ نیم پختہ عالم، اسلامی اخلاق اور دنیاوی علوم سے ناآشنا، حصول معاش کے لئے پریشان نوجوان جو رزق کے حصول کیلئے علم و ضمیر بیچ کر قوم و مسلک کو بھرے بازار میں بیچ دیتے ہیں۔ کیا سواد اعظم کی باگ ڈور ان دین فروش نوجوانوں کے ہاتھوں میں سونپنا مناسب ہوگا......؟ غور کریں.....تنبہوا و تدبروا !

کسی بھی مذہب و مسلک میں نوجوانوں کی جس قدر اہمیت ہے اس سے دانشوران و مفکرین بخوبی واقف ہیں۔ نوجوانوں کے پاس توانائی کا وہ سرمایہ ہوتا ہے کہ جس کا مناسب استعمال کر کے وہ مذہب و مسلک کا بڑا سے بڑا کام انجام دے سکتے ہیں۔ مگر طاغوت نے جو امت مسلمہ کو نشانے پر رکھا ہے تو کسی پہلو کو نہیں چھوڑا۔ پہلے ہی ہمارے یہاں بچپن سے تربیت کا فقدان ہے جو طاغوت کے لئے نوجوانوں کو نشانہ بنانے میں آسان ہدف ثابت ہوتا ہے۔ اب بے چارے نوجوان کیا کریں۔ کیونکہ باطل قوتوں نے ان کی طبیعت کو رجھانے، لبھانے اور الجھانے کے لئے نت نئے دام بچھا رکھے ہیں۔ سیٹلائٹ چینلوں کے ذریعے مغربی کلچر کا طوفان نوجوان نسل کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔ اس سے فحاشی، عریانیت، بے حیائی، ناجائز جنسی روابط، شراب و منشیات کا استعمال فروغ پا رہا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات، نبی کریم ﷺ کی ذات، والدین، اساتذہ اور بڑوں کا احترام پامال کیا جا رہا ہے۔ اس طوفان کی زد میں آنے سے

کچھ نوجوان خوف الٰہی یا کسی بناء پر بچ بھی جاتے ہیں تو ان کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے کی پہلے سے تیاریاں موجود ہیں۔ باطل فرقے، ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ کے ذریعے مغربی طرز کا اسلام خوش نما انداز میں پیش کررہے ہیں۔ یعنی ایسے اسلام کے بیج دکار ہے ہیں جو مغربی معاشرہ میں بھی آسانی سے قبول کیے جائیں۔ جن چیزوں پر یہود و نصاریٰ کو اعتراض ہو اس سے گریز اور باقی پر عمل۔ "آدھا تیتر آدھا بٹیر"۔ الامان والحفیظ۔ غرض کہ نوجوان (بالخصوص "تعلیم یافتہ") کو گمراہ، بے راہ رو اور تباہ و برباد کرنے کی ہر جہت سے کوششیں کی جارہی ہیں۔ کیونکہ پڑھا لکھا طبقہ ہی کسی بھی مذہب و مسلک کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ اپنے نظریات کا مبلغ اور پرچارک ہوتا ہے۔ جس سے مذہب و مسلک کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے سب کا نشانہ مسلمانوں کا نوجوان طبقہ ہے کیونکہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں ان کے لئے کسی قسم کی رہنمائی کا انتظام نہیں۔ نہ ان کے پڑھنے کے لئے انگریزی میں دینی لٹریچر میا ہے۔

آج ہماری نوجوان نسل جس کرب کا شکار ہے۔ اس کا تصور کرتے ہوئے ہماری آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر ہم نے انہیں سنبھالنے کی کوشش نہیں کی تو ہمارا آنے والا کل تاریک ہوگا۔ کیونکہ کل کی باگ دوڑ انہی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ نوجوان نسل کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ کیا کرے؟ کدھر جائیں؟ کس کو اپنا قائد و رہبر تسلیم کریں؟ کس کی سنیں؟

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب سے ہم نے مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت کا کام شروع کیا ہے۔ ہمیں وقتاً فوقتاً نوجوانوں کے مختلف گروہ ملتے رہتے ہیں، جن میں دین کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ اور بے انتہا تڑپ ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے حالات دیکھتے ہوئے ان میں بھی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ وہ ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ "ہم بھی کچھ دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے کیا کریں؟" کیا کریں اور کس طرح کریں؟ انہیں اس کی کچھ رہنمائی نہیں مل رہی ہے۔ انہیں کچھ گائیڈنس کی ضرورت ہے لیکن ان کو کوئی ذہن دینے والا نہیں مل رہا ہے۔ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے کہ وہ کدھر سے شروعات کریں اور کس طرح کریں؟ اسی طرح ہمارے ہر گلی محلے میں نوجوانوں کی مختلف کمیٹیاں ہیں جو جشن عید میلاد النبی ﷺ، گیارہویں شریف، چھٹی شریف، عاشورہ وغیرہ ایام میں بڑی بڑی نیازیں اور چھوٹے موٹے جلسے کر لیتے ہیں لیکن اس کے بعد جیسے سال بھر مذہب سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ اگر ان نوجوانوں کو صحیح پروگرام مل جائے اور صحیح رہنمائی میسر آجائے تو ہماری کایا ہی پلٹ

جائے۔ اس کے علاوہ ایسا پروگرام مرتب کیا جائے جس سے ہمارے اسکول، کالج و یونیورسٹی کے طلباء گمراہ فرقوں کی طلباء تنظیموں کی ایمان کش سازشوں سے محفوظ رہ جائیں۔ صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ فلاں فرقہ گمراہ ہے، فلاں فرقہ کافر۔ بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ ان کے سامنے اسی طرز پر اپنے سچے مسلک کی اشاعت کریں تبھی ہماری نوجوان نسل کا تحفظ ممکن ہے۔

ہماری اپنی جماعت کے علماء، مشائخ دانشوران، مفکرین، مقررین، محققین وغیرہ سے گذارش ہے کہ خدارا اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کچھ کیجئے۔ آپ لوگ چلے جائیں گے تو کون ذمہ داریاں سنبھالے گا۔ بلاشبہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر مکمل ایمان و یقین ہے کہ وہ ضرور ہماری مدد فرمائیں گے مگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے، وقت کا انتظار کرنا کون سی دانش مندی ہے۔ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغ کے طریقے کار میں تبدیلی پیدا کیجئے جو کہ نوجوان نسل کو قریب تو کر سکے۔ صرف فرقہائے باطلہ کا مناظرانہ رد مسلک کی خدمت نہیں۔ نوجوان نسل اس سے بیزار ہے۔ انہیں محبت سے، پیار سے اپنے قریب کیجئے جیسا کہ ہمارے اسلاف اولیاء کرام اور بزرگان دین کا وطیرہ رہا ہے۔ خدارا خدارا وقت اور حالات کی پکار ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو بچائیے۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

"احسن الوعاء" اور تشریحاتِ رضا

از : مولانا محمد علی رضا قادری ، بمبئی

عبادات اسلامیہ میں دُعا کو جو مقام حاصل ہے وہ ہر مسلمان پر اظہر من الشمس ہے۔ قرآن و حدیث میں اہمیت دُعا پر مشتمل کافی ارشادات عالیہ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین سے لے کر آج تک علماء کرام و اولیاء عظام اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے دُعا کی افادیت و اہمیت کو اجاگر کرتے رہے ہیں۔

"احسن الوعا لآداب الدعا" بھی موضوع دعا پر لکھی ہوئی ایک بہترین کتاب ہے۔ جسے رئیس المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں دعا کے موضوع پر مشتمل ہر ایک گوشے پر تفصیلی بحثیں کی گئی ہیں۔ دعا کے آداب، دعا کی قبولیت کے اسباب، نامقبول ہونے کی وجوہات، جہاں دعا مقبول ہوتی ہے وہ مقامات،...... غرض کہ ہر موضوع کو خوب واضح طریقے سے اور علمی دلائل کے ساتھ روشن فرمایا ہے۔ یہ بات نہ تھی کہ آپ کو اس موضوع پر جو معلومات تھیں وہ ساری اس کتاب میں نقل فرمادیں۔ نہیں..... بلکہ اعلیٰحضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں......

"حضرت ممدوح نے قصداً ہر جگہ صرف چند مختصر جملوں پر قناعت فرمائی ہے۔"

(صفحہ ۱۸۳)

سبحان اللہ عزوجل! جب اختصار کا یہ عالم ہے تو استیعاب کا عالم کیا ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے جو کچھ تحریر فرمایا اپنی جگہ اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن جابجا اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولائی وسیدی احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے جو تشریحات فرمائی ہیں وہ سونے پر سہاگہ کے مصداق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اثنائے تحشیہ میں کہیں وضاحت مرام (مراد واضح کرنا) کہیں ازاحت اوہام (وہم کو دور کرنا) کہیں مناسبت مقام سے فقیر نے زیادات کثیرہ کیں کہ اصل رسالہ سے تین قدر زائد مقدار میں بڑھ گئیں، تو مناسب ہوا کہ انہیں رسالہ

مستقل قرار دیجئے اور اصل کے لئے جائے شرح وذیل بجھ کر بنام

ذیل المدعاء لاحسن الوعاء مسمّٰی کیجئے۔ (صفحہ ۳)

کم نصیبی سے آج کل ہماری اکثریت دُعا سے غافل ہے (الحمد للہ سنی مساجد میں نماز پنجگانہ میں بعد از نماز مجموعی طور پر دُعا مانگنے کا جو رواج ہے کم سے کم اس طرح تو عوام دن میں پانچ مرتبہ دُعا مانگنے کے شرف سے مشرف ہو جاتی ہے۔) کچھ لوگ دُعا مانگتے بھی ہیں تو ایسے کہ کسی کا قرض اتارنا ہو۔ مصنف قدس سرہ العزیز "آداب دُعا" میں ایک ادب یہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔

"اعضاء کو خاشع اور دل کو حاضر کرے۔ حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ غافل دل کی دُعا نہیں سنتا اے عزیز حیف ہے کہ زبان سے اس کی قدرت و کرم کا اقرار کیجئے۔ اور دل اوروں کی عظمت و روائی سے مُد ہو۔" (صفحہ ۱۲)

مقام غور و فکر ہے کہ کہیں ہمارا حال بھی یہی تو نہیں۔ دُعا مانگتے ہوئے ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہے اور زبان سے کیا مانگا جا رہا ہے اس کا اندازہ بھی نہیں ہے۔ مولیٰ عزوجل ادب کی توفیق عطا فرمائے آمین

یہ بات ہر خاص و عام میں مشہور ہے کہ دُعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ حضرت رئیس المتکلمین علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔

"کہ درود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور پروردگار کریم اس سے برتر کہ اول و آخر کو قبول فرمائے۔ اور وسط کو رد کر دے .... اے عزیز! دُعا طائر ہے۔ اور درود شہپر طائر ہے پر کیا اڑ سکتا ہے؟" (صفحہ ۱۶، ۱۷)

سبحان اللہ کتنا پیارا انداز تفہیم ہے کہ ہر کس و ناکس کی عقل فوراً قبول کر لے۔ مصنف علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

"اب کہ مانگنے کا وقت آیا۔ تصور عظمت و جلال الٰہی میں ڈوب جائے۔"

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اس پر مزید فرماتے ہیں۔

"اگر اس مبارک تصور نے وہ غلبہ کیا کہ زبان بند ہو گئی۔ تو سبحان اللہ! یہ خاموشی ہزار عرض سے زیادہ کام دے گی ورنہ اس قدر تو ضرور کہ صورت حیا و ادب و خضوع و خشوع ہو گا۔ کہ یہی روح دعا ہے۔ دُعا بے اس کے تن بے جان۔ اور تن بے جان سے امید جانات۔" (صفحہ ۱۶)

ذرا تصور کریں کہ ان چند جملوں میں کیسی عظیم تعلیم دی جا رہی ہے۔ دعا کرنے والے اپنے آپ کو اپنے داتا کی بارگاہ میں حاضر جانیں۔ اس کی عطاؤں اور اپنی خطاؤں کی طرف نظر کرے۔ یہاں تو

پے در پے تقسیم لت اور وہاں پیہم انعامات، یہاں عصیاں کے پہاڑ وہاں رحمتوں کی بوچھار۔ اس قدر گندہ وجود اور باوجود اسکے اس عظیم بارگاہ میں ہاتھ پھیلانے کی اجازت۔ جب اس طرح کا تصور بندھ جائے اور اپنے پروردگار کی عظمت و جلال کی ہیبت سے اگر زبان کچھ عرض کرنے سے رک جائے تو سبحان اللہ! ایسی خاموشی ہر مدعا کو بے مانگے بر لائے۔

ہاتھ اٹھتے ہی بر آئے ہر مدعا وہ دعاؤں میں مولا اثر چاہیئے

آج کل اکثر لوگ دعا کی نا مقبولیت کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اور آخر کار وسوسۂ شیطانی کا شکار ہو کر دعا مانگنا ہی ترک کر دیتے ہیں۔ ایسے بھولے مسلمانوں کے لئے "احسن الوعاء" میں کافی کچھ فرمایا گیا ہے۔ چند ایک اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

"(حدیث شریف) جب کوئی پیارا خدائے تعالیٰ کا دعا کرتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں۔ الٰہی تیرا بندہ تجھ سے کچھ مانگتا ہے حکم ہوتا ہے۔ ٹھہرو۔ ابھی نہ دو تاکہ پھر مانگے کہ مجھ کو اس کی آواز پسند ہے اور جب کوئی کافر یا فاسق دعا کرتا ہے۔ فرماتا ہے۔ اس کا کام جلدی کر دو تاکہ پھر نہ مانگے۔ کہ مجھ کو اس کی آواز مکروہ ہے۔ (صفحہ ۳۴)"

اس مقام پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں:

"سگان دنیا کے امیدواروں کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ تین تین برس تک امیدواری میں گذارتے ہیں۔ صبح و شام ان کے دروازوں پر دوڑتے ہیں۔ اور وہ ہیں کہ رخ نہیں ملاتے۔ بار نہیں دیتے۔ جھڑکتے۔ دل تنگ ہوتے۔ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ امیدواری میں لگایا تو بیگار ڈالی۔ یہ حضرت گرہ سے کھاتے۔ گھر سے منگاتے۔ بیکار بیگار کی بلا اٹھاتے ہیں۔ اور وہاں برسوں گذریں ہنوز روز اول ہے۔ مگر یہ نہ امید توڑیں نہ پیچھا چھوڑیں۔ اور احکم الحاکمین، اکرم الاکرمین عز جلالہ کے دروازے پر اول تو آتا ہی کون ہے۔ اور آئے بھی تو اکتاتے گھبراتے۔ کل کا ہوتا آج ہو جائے۔ ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گذرا اور شکایت ہونے لگی۔ صاحب پڑھا تو تھا۔ کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ احمق اپنے لئے اجابت کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) "تمہاری دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہ ہوئی۔" اور پھر بعض تو اس پر ایسے جامے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ اعمال و ادعیہ کے اثر سے بے اعتقاد۔ بلکہ اللہ عزوجل کے وعدہ و کرم سے بے اعتماد۔ العیاذ باللہ الکریم الجواد۔ ایسوں سے کہا جائے کہ اے بے حیاء بے شرمو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اگر کوئی تمہارا برابر والا دوست تم

سے ہزار بار کچھ کام اپنے کہے اور تم اس کا ایک کام نہ کرو، تو اپنا کام اس سے کہتے ہوئے اوّل تو آپ لجاؤ گے کہ ہم نے تو اس کا کہنا کیا ہی نہیں اب کس منہ سے اس سے کام کو کہیں۔ اور اگر غرض دیوانی ہوتی ہے کہہ بھی دیا اور اس نے نہ کیا، تو اصلا محلِ شکایت نہ جانو گے۔ کہ ہم نے کب کیا تھا جو وہ کرتا۔ اب جانچو کہ تم مالکِ علی الاطلاق عزّ جلالہ کے کتنے احکام بجالاتے ہو۔ اس کا حکم بجا نہ لانا اور اپنی درخواست کا خواہی نخواہی قبول چاہنا کیسی بے حیائی ہے۔ او احمق! پھر فرق دیکھ۔ اپنے سر سے پاؤں تک نظر غور کر، ایک ایک روئیں میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزار در ہزار بے شمار نعمتیں ہیں۔ تو سوتا ہے اور اس کے معصوم بندے تیری حفاظت کو پہرا دے رہے ہیں۔ تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت و عافیت، بلاؤں سے حفاظت، کھانے کا ہضم، فضلات کا دفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، بے حساب کرم بے مانگے بے چاہے تجھ پر اتر رہے ہیں۔ پھر اگر تیری بعض خواہشیں عطا نہ ہوں، کس منہ سے شکایت کرتا ہے۔ تو کیا جانے کہ تیرے لئے بھلائی کاہے میں ہے۔ تو کیا جانے کہ کیسی سخت بلا آنے والی تھی کہ اس دعا نے دفع کی۔ تو کیا جانے کہ اس دعاء کے عوض کیسا ثواب تیرے لئے ذخیرہ ہو رہا ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے اور قبول کی یہ تین صورتیں ہیں جن میں ہر پہلی پچھلی سے اعلیٰ ہے۔ ہاں بے اعتقادی آئی تو یقین جان کہ مارا گیا۔ اور ابلیس لعین نے تجھے اپنا سا کر لیا۔ والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ۔ اے ذلیل خاک! اے آب ناپاک! اپنا منہ دیکھ اور اس عظیم شرف کو غور کر، کہ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے اپنا پاک متعالی نام لینے، اپنی طرف منہ کرنے، اپنے پکارنے کی تجھے اجازت دیتے ہیں۔ لاکھوں مرادیں اس فضلِ عظیم پر نثار۔ اے بے صبرے! ذرا بھیک مانگنا سیکھ۔ اس آستانِ رفیع کی خاک پر لوٹ جا۔ اور لپٹا رہ اور ٹکٹکی بندھی رکھ کہ اب دیتے ہیں۔ اب دیتے ہیں۔ بلکہ اسے پکارنے، اس سے مناجات کرنے میں ایسا ڈوب جا کہ ارادہ و مراد کچھ یاد نہ رہے۔ یقین جان کہ اس دروازے سے ہرگز محروم نہ پھرے گا۔" (صفحہ ۳۴ تا ۳۶)

ذرا غور فرمایئے کہ نفس کا کونسا فریب جو ان مختصر ارشادات میں بیان نہیں کیا گیا۔ وہ کونسی خانقاہی تعلیم ہے جو یہاں نہیں دی گئی۔ اعتقاد و عمل کی کونسی اصلاح ہے جو ان عبارات میں نہیں کی گئی۔ ان مبارک فرمودات کو ہی اگر مشعلِ راہ بنالیں تو یقیناً خداترسی و خداپرستی کا سلیقہ نصیب ہو جائے۔ کہاں تو اپنی اتنی خطائیں اور کہاں اس کے اتنے انعامات، پھر بھی بے صبری اور ناشکری کا اظہار۔ یقیناً یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ اس بارگاہ میں عدمِ قبولیت کا شکوہ کریں۔ اللہ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

کچھ نام نہاد مسلمان ہم سنیوں پر یہ الزام لگاتے نہیں تھکتے کہ "یہ قبر پجو ہیں۔ قبروں سے مانگتے اور شرک کرتے ہیں۔ اس الزام کا دندان شکن جواب علماء اہلسنت ہمیشہ سے دیتے آئے ہیں۔ لیکن منکرین "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مثل اپنی کج فہمی اور جاہلیت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرحمن نے بھی اس کتاب میں بڑے ہی دلکش انداز میں علم کے جوہر دکھائے ہیں۔ ہر منصف مزاج اور سلیم الطبع شخص کیلئے ان مبارک ارشادات میں دعوت فکر موجود ہے۔ آیئے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

"نظر بغیر جب بالذات نظر بغیر ہو۔ نظر بغیر ہے۔ بلکہ حقیقۃ معنی بالذات مقصود و مراد ہوں۔ تو قطعاً شرک و کفر۔ محبوبان خدا سے توسل نظر خدا ہے۔ نہ نظر بغیر۔ ولہذا خود قرآن عظیم نے اس کا حکم دیا جس کا ذکر ادب ۲۲ میں آتا ہے۔ اس کی نظیر تواضع میں ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں، غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے۔ فتاوی ہندیہ و ملتقط وغیرہما میں ہے۔ التواضع لغیر اللہ حرام۔ حالانکہ معظمان دین کے لئے تواضع قطعاً مامور بہ ہے۔ خود یہی علماء اس کا حکم دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

(صرف ترجمہ): "اپنے استاد کے لئے تواضع کرو۔ اور اپنے شاگردوں کے لئے تواضع کرو۔ اور سرکش عالم نہ ہو۔

نیز حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ جو کسی غنی کے لئے اس کے غنا کے سبب تواضع کرے۔ ذھب ثلثا دینہ اس کا دو تہائی دین جاتا رہے۔

تو وجہ وہی ہے کہ مال دنیا کے لئے تواضع رو بخدا نہیں۔ یہ حرام ہوئی اور یہی تواضع لغیر اللہ ہے۔ اور علم دین کے لئے تواضع رو بخدا ہے۔ اس کا حکم آیا اور یہ عین تواضع للہ ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اسی کو بھول کر وہابیہ و مشرکین افراط و تفریط میں پڑے۔" (صفحہ ۱۴)

مذکورہ بالا عبارات کے ذریعے یہ باآسانی سمجھ میں آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ الرحمن کا موقف اس معاملے میں کیا ہے۔ اور یہی موقف سلف سے لے کر خلف تک تمامی اہل سنت کا رہا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ صاف طور پر فرما رہے ہیں کہ:

"محبوبان خدا سے توسل اگر انہیں بذات خود عطائے نعمت و دفع بلا پر قادر جان کر کیا جائے تو یقیناً یہ غلط اور بعض صورتوں میں شرک ہے۔ لیکن اگر اولیاء اللہ کو محبوب خدا مان کر، بارگاہ ایزدی میں ان کے مقرب مقام کو مان کر، بہ عطائے الٰہی حاجات روا کرنے پر قادر جان کر ان سے توسل کیا جائے تو یقیناً یہ سوال اولیاء اللہ سے نہیں بلکہ خود اللہ عزوجل سے ہے۔ جیسا کہ امام اہل سنت نے مثال کے

ذریعے سمجھایا ہے۔ جس طرح عالم کی تعظیم علم کی وجہ سے ہے اور یہ جائز و مامور بہ ہے۔ اسی طرح اولیاء کی تعظیم۔ تعلق خداوندی کی وجہ سے ہے اور یہ تعظیم خود اللہ عزوجل کی تعظیم ہے۔ بالکل جائز اور مامور بہ ہے۔ جیسا کہ خود آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اور دلائل کے ذریعے اس مسئلہ کو واضح کرتے ہیں۔

" قال اللہ تعالیٰ ۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ وقال اللہ تعالیٰ یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ۔ دعا مانگتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے تعلیم فرمایا کہ یوں دعا کی جائے۔

" الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ میں نے حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت میں کہ میرے لئے پوری ہو۔ " صحیح بخاری میں ہے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی

" الٰہی ہم تیری طرف توسل کرتے ہیں اپنے نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہ باران رحمت بھیج۔ "

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کسی تکلیف میں مجھ سے مدد مانگے۔ وہ تکلیف دور ہو۔ اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے۔ وہ حاجت روا ہو۔ اور فرماتے ہیں "جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو میرے وسیلے سے مانگو۔ تمہاری مراد پوری ہوگی۔ "

یہ مضامین باسانید صحیحہ اس جناب سے ائمہ دین واکابر معتمدین نے روایت فرمائے۔ "

(صفحہ ۱۸، ۱۹)

دعا مقبول نہ ہونے کے پندرہ اسباب اس کتاب میں درج ہیں جن میں پانچ رئیس المتکلمین علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور دس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے زیادہ کئے ہیں۔ ہم ان میں صرف چند اسباب یہاں نقل کررہے ہیں۔

کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا:

آداب کا بیان کتاب میں پہلے ہی کر دیا گیا تاکہ دعا کرتے وقت ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کرے تاکہ مقبولیت کی امید ہو سکے۔

استغنائے مولیٰ:

سبحان اللہ! یہ وہ سبب ہے جو تمام اسباب کی اصل ہے۔ ہم لاکھ آداب کا خیال رکھیں، لاکھ الحاح وزاری کریں وہ غنی مطلق ہے۔ جب اس کی مرضی ہو عطا فرمائے جب چاہے رد فرمائے۔ ہمیں کیا

حق ہے کہ ہم اس پر اپنا حق جتائیں خود مصنف قدس العزیز فرماتے ہیں۔

"وہ حاکم ہے۔ محکوم نہیں۔ غالب ہے مغلوب نہیں۔ مالک ہے۔ تابع نہیں۔ اگر تیری دعا قبول نہ فرمائی۔ تجھے ناخوشی اور غصے، شکایت اور شکوے کی مجال کب ہے۔ جب خاصوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں منع فرماتے ہیں۔ تو تو کس شمار میں ہے کہ اپنی مرادوں پر اصرار کرتا ہے۔"

امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان اس پر مزید فرماتے ہیں۔

"اس کا استغنا حق۔ اس کا وعدہ حق۔ اس کی بات تمام۔ اس کی رحمت عام۔ دعا کہ شرائط و آداب کی جامع ہو حصول مسئول ہی کے ساتھ قبول ہونا ضرور نہیں۔ دفع بلا ہے۔ ثواب عقبیٰ ہے۔ جیسا کہ آتا ہے۔ اور بالجملہ اس پر کچھ واجب نہیں۔" (صفحہ ۶۹)

ایک اور بولہی پیارا سبب تحریر فرماتے ہیں۔

"حکمت الٰہی۔ کہ کبھی تو بہ نادانی اس سے کوئی چیز طلب کرتا ہے۔ اور وہ بہ مہربانی تیری دعا کو اس سبب سے کہ تیرے حق میں مضر ہے۔ رد فرماتا ہے۔ مثلاً تو جویائے سیم وزر ہے۔ اور اس میں تیرے ایمان کا خطرہ ہے۔ یا تو خواہاں تندرستی وعافیت ہے اور وہ علم خدا میں موجب نقصان عاقبت ہے۔ ایسا رد قبول سے بہتر ہے۔" (صفحہ ۷۰)

یقیناً ہم نادان کیا جانے کہ کس دعا کی قبولیت میں ہماری بھلائی ہے۔ جیسا کہ مصنف علام علیہ الرحمہ نے مثال بیان فرمائی۔ یقیناً خود ہمارے سامنے کئی لوگ ہوتے ہیں جو طالب مال ہوتے ہیں اور جب ان کی دعا قبول ہوئی اور صاحب مال وزر ہو گئے تو نہ نماز ہے۔ نہ روزہ۔ اور مال کی محبت نے ایسا اندھا کیا کہ زکوٰۃ وحج وقربانی کے خلاف ہو گئے۔ اور قوانین اسلامیہ پر اعتراض کرنا شروع کر دیا معاذ اللہ! اور رفتہ رفتہ سیم وزر کی ہوس نے ایمان سے محروم کر دیا اور بے ایمان ہو کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب کہ ثعلبہ کا واقعہ درس عبرت بن کر سامنے موجود ہے۔

اس کے فوراً بعد ایک اور سبب لکھتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور ایمان کو خوشبوئے عشق سے معطر فرمائیں۔

"کبھی دعاء کے بدلے ثواب آخرت دینا منظور ہوتا ہے۔" (صفحہ ۷۰)

حدیث شریف میں یہ مضمون موجود ہے کہ دعاء سے یا تو طلب عطا کر دی جاتی ہے۔ یا اس دعا کی

وجہ سے نازل ہونے والی بلا کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یا پھر دعا مانگنے والے کے لئے ثواب کا ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب لوگ اپنی دعاؤں کے بدلے عطا کیا گیا ثواب دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔

اسی لئے مصنف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

تو حطام دنیا طلب کرتا ہے۔ اور پروردگار نفائس آخرت تیرے لئے ذخیرہ فرماتا ہے۔ یہ جائے شکر ہے نہ مقام شکایت۔" (صفحہ ۷۰)

یقیناً یہ مقام شکر ہی ہے کہ ہم نادان اپنی کم عقلی کی بناء پر فانی دنیا کی فانی چیزیں ہی طلب کریں گے۔ جس میں چند گھڑی کا فانی فائدہ شاید نصیب ہو جائے۔ لیکن آخرت میں ان ہی طلب کردہ چیزوں کی وجہ سے مواخذہ میں گرفتار ہوئے۔ آخر کار اپنی ہی دعا کی وجہ سے شرمسار ہوئے۔

اور جب وہ عطا کرے تو ہماری طلب کے مطابق نہیں بلکہ اپنی شان کے مطابق۔ اور اگر عطا نہ بھی کرے تو اس میں بھی ہماری بھلائی۔ ذرا تصور کریں کہ قیامت میں جب ایک ایک نیکی کی فکر ہو ایسے میں خوب ساری نیکیاں مل جائیں اور فرشتے یہ بتائیں کہ یہ ثواب تمہاری ان دعاؤں کا ہے جو دنیا میں قبول نہ ہوئیں تھیں۔ اور اس کا ثواب آج کے دن کے لئے تمہارے نام جمع کر دیا گیا تھا۔ تب کیسی خوشی ہوگی اور یہی تمنا ہوگی کہ کاش ساری دعائیں رد کر دی جاتیں اور آج ثواب مل جاتا۔ اس لئے دعا کی نامقبولیت پر جھنجھلا کر بارگاہ ایزدی میں شکایت کرنے کی بجائے ان حکمتوں پر نظر کر کے ثواب کی امید رکھی جائے۔

آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ دعا مانگتے وقت روتے ہوئے دعا کی جائے اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت ہی بنائے کہ اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث خیر و برکت ہے۔ لیکن زنہار ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو کہ لوگ دیکھیں کہ فلاں صاحب خوب رو رو کر دعا کرتے ہیں۔ اگر یہ خیال دل میں آگیا تو اب یہ بناوٹ یا حقیقت رائیگاں اور فقط سبب زیاں۔

اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ تنہائی میں خوب گڑگڑا کر دعا کی جا رہی ہے اور جیسے ہی کسی کو آتا دیکھا فوراً شرم محسوس ہوئی اور رونا موقوف۔ گڑگڑانا ختم، جیسے تیسے ہاتھ منہ پر پھیر اور چلتے بنے۔ ایسوں کے بارے میں حضور رئیس المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"دعا میں تکبر اور شرم سے بچے۔ مثلاً تنہائی میں دعا بہ نہایت تضرع والحاح کر رہا ہے۔ اپنا منہ

خوب یہ لڑگڑانے کا بنارہا ہے۔ اب کوئی آ گیا۔ تو اس حالت سے شرما کر موقوف کر دیا۔ یہ سخت حماقت۔ اور معاذ اللہ! اللہ کی جناب تکبر سے مشابہ ہے۔ اس کے حضور گڑگڑانا موجب ہزاراں عزت ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ خلاف شان و شوکت۔" (صفحہ ۴۱)

غور کا مقام ہے آج مسلمان قوم نے اس بارگاہ میں رونا چھوڑ دیا ہے شاید اسی لئے اوروں کے سامنے رونا ہمارا نصیب بن گیا ہے۔ اور معاذ اللہ! اس بارگاہ عالی میں رونے گڑگڑانے کو باعث شرم و عار سمجھا جارہا ہے۔ مصیبت کے وقت خوب اللہ اللہ ہوتی ہے اور جیسے ہی مصیبت کے پہاڑ ہٹے۔ پھر وہی پرانی روش اختیار کرلی۔ اس کی مثال ہم نے "بابری مسجد" کی شہادت کے وقت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ کوئی گلی کوئی کوچہ ایسا نہ تھا جہاں دعائیں نہ کی جارہی تھیں۔ لیکن افسوس صد ہزار افسوس کچھ ہی عرصہ گزرا اور ہماری قوم "بابری مسجد" کو بھولی، اموات بھولی اور آخر کار رب کی ذات بھی بھولی۔ اللہ عزوجل ہدایت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

دعا کرنے میں صرف اپنی ذات ہی کے لئے دعا نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اس ضمن میں کتاب مذکورہ میں کافی کچھ موجود ہے ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف چند عبارات کو نقل کر رہے ہیں۔

"جب اپنے لئے دعا مانگے۔ تو سب اہل اسلام کو اس میں شریک کرلے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کہ اگر یہ خود قابل عطا نہیں۔ کسی بندے کا طفیلی ہو کر مراد کو پہنچ جائے گا۔" (صفحہ ۲۶)

"جو شخص مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے خیر کرتا ہے۔ قیامت کو جب ان کی مجلسوں پر گزرے گا۔ ایک کہنے والا کہے گا۔ یہ وہ ہے کہ تمہارے لئے دنیا میں دعائے خیر کرتا تھا۔ پس وہ اس کی شفاعت کریں گے۔ اور جناب الٰہی میں عرض کر کے بہشت میں لے جائیں گے۔ یہاں تک کہ حدیث میں ہے۔ جو شخص نماز میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا نہ کرے وہ نماز ناقص ہے۔ (صفحہ ۲۶)

اس پر امام اہل سنت نے کافی فضائل نقل فرمائے ہیں۔ صرف دو احادیث یہاں نقل کی جارہی ہیں۔

"جو سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کہ ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت کے بدلے ایک نیکی لکھے گا۔ (رواہ الطبرانی)

"جو تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے۔ بنی آدم کے جتنے

بچے پیدا ہوں۔ سب اس کے لئے استغفار کریں یہاں تک کہ وفات پائے۔ رواہ ابو الشیخ الاصبہانی"

(صفحہ ۲۸،۲۷)

اکثر و بیشتر دوسرے مسلمانوں سے اپنے لئے دعا کراتے رہنا چاہیئے۔ اس میں بے شمار فوائد و حکمتیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"تنہا اپنی دعا پر قناعت نہ کرے۔ بلکہ صلحاء و اطفال و مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کر کے ان سے بھی دعا چاہے۔ کہ اقرب بہ قبول ہے۔ اولاً جب احسان کیا۔ وہ راضی ہوں گے اور دل سے اس کے لئے دعا کریں گے۔ اور مسلمان کی دعا مسلمان کے لئے اس کی غیبت میں بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ ثانیاً ان کی رضامندی سے اللہ راضی ہوگا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں ہے۔ اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور فرمائے۔ ثالثاً ان کا منہ اس کیلئے دعا میں اس کے منہ سے بہتر ہوگا۔

منقول ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب ہوا۔ اے موسیٰ! مجھ سے اس منہ کے ساتھ دعا مانگ جس سے تو نے گناہ نہ کیا۔ عرض کی الٰہی وہ منہ کہاں سے لاؤں۔ (یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تواضع ہے ورنہ وہ یقیناً ہر گناہ سے معصوم ہیں) فرمایا۔ اوروں سے دعاء کرا۔ کہ اُن کے منہ سے تو نے گناہ نہ کیا۔

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بچوں سے اپنے لئے دعا کراتے کہ "دعا کرو عمر بخشا جائے۔" (صفحہ ۴۲،۴۳)

(یقیناً جو پھل دار درخت ہوتا ہے وہ جھکا رہتا ہے۔)

مصنف علام قدس سرہ نے ایک فصل دعا قبول ہونے کے اوقات کے بارے میں قائم کی ہے۔ اس فصل میں ان اوقات کا ذکر فرمایا ہے جن میں دعا کی قبولیت کی امید قوی ہے۔ آپ نے چھتیس اوقات ذکر فرمائے اور اعلیٰ حضرت نے اسی پر مزید نو بڑھائے۔ ان پینتالیس میں سے تین وقتوں کو یہاں نقل کر رہے ہیں۔ کہ ان اوقات سے اکثر عوام الناس غفلت برتتے ہیں۔ بلکہ دعا کی جائے فضولیات بکتے ہیں۔

"جب مرغ اذان دے۔"

علیٰ حضرت تشریح فرماتے ہیں۔

"یہ سب اوقات حدیث میں آئے ہیں۔ اور مرغ بولنے کے باب میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ وہ ملائکہ رحمت کو دیکھ کر بولتا ہے۔ اس وقت اللہ کا فضل مانگو۔ فقیر اس وقت یہ دعا مانگتا ہے۔

یا ذالفضل العظیم صل علے فضلك العظیم اسئلك من فضل العظیم۔ "(صفحہ ۴۹)

ہمارے پیارے آقا ﷺ نے تو ہمیں مرغ کی اذان کے وقت دعا کی تعلیم دی۔ اور امت کا حال یہ ہے کہ مرغ کی اذان سن کر زبان سے گالیاں نکلتی ہیں کہ صاحب بہادر کی نیند خراب ہو گئی۔ بات کرنے میں اس کی اذان سے خلل واقع ہو گیا۔ کہیں تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ رات کے وقت اذان دینے والے مرغ کو نیستی کہا جاتا ہے۔ اور اسے فوراً کاٹ دینے کی فکر لگ جاتی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ نبی کی تعلیم کیا ہے۔ اور امت کا عمل کیا ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

حقیقت روایات میں کھو گئی

یہ امت خرافات میں کھو گئی

جناب رئیس المتکلمین فرماتے ہیں۔

"مسلمان میت کے پاس خصوصاً جب اس کی آنکھیں بند کریں۔"

قال الرضاء۔ یہاں بھی حدیث شریف میں آیا کہ اس وقت نیک ہی بات منہ سے نکالو۔ کہ جو کچھ کہو گے۔ فرشتے اس پر آمین کہیں گے۔ "(صفحہ ۵۰)

اس وقت تو غفلت کا وہ عالم ہوتا ہے کہ الاماں والحفیظ۔ ہر کوئی رونے، پیٹنے میں مصروف۔ کوئی میت کے محاسن گنا رہا ہے تو کوئی برائیاں بیان کر رہا ہے۔ حدیث کے مطابق فرشتے آمین کہہ رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ "ہم تو بے سہارا ہو گئے۔" (فرشتوں نے کہا آمین) "ہمارا کوئی پالنے والا نہ رہا۔" (فرشتوں نے کہا آمین) "اللہ اس کے بدلے مجھے اٹھا لیتا۔" (فرشتوں نے کہا آمین) "اس گھر کی خوشیوں کو آگ لگ گئی۔" (فرشتوں نے کہا آمین) اور آمین کا معنی ہوتا ہے کہ "یا اللہ ایسا ہی کر۔ یا اللہ! قبول کر۔"

اب سوچیں کہ ہم اپنی زبان سے اپنی ہی بربادی کی دعائیں مانگ رہے ہیں اور فرشتے وہاں آمین کہے جا رہے ہیں۔ اے! کاش حدیث پر عمل کرتے اور میت کی اور اپنی مغفرت و بخشش کی دعائیں کرتے۔ اور فرشتوں کی آمین کے ذریعے اپنی دعا قبول کرواتے۔ لیکن یہاں تو شکوہ و شکایت کرنے سے فرصت ملے تو دعا کے بارے میں سوچیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دعا نصیب فرمائے۔

حضرت مصنف علام قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "وقت وفت دل۔"

امام اہل سنت تشریح کرتے ہیں۔

"نبی ﷺ سے حدیث میں ہے۔ رقت قلب کے وقت دعا غنیمت جانو۔ کہ وہ رحمت ہے۔"

(صفحہ ۵۰)

اول تو قلب کی رقت شاذ و نادر ہی نصیب ہوتی ہے کہ گناہوں کی کثرت سے دلوں پر جو سیاہی کا خول چڑھا ہے۔ وہ دور ہو تب کہیں آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہہ سکیں۔ اور سبحان اللہ! اگر یہ حالت نصیب ہو جائے تو اس وقت دعا کرنے سے ہرگز غافل نہیں رہنا چاہیے۔ سب سے بہتر دعا وہ ہے جو اللہ کے حبیب کے لئے کی جاتی ہے۔ یعنی درود پاک۔ ہو سکے تو اس وقت درود پاک کا ورد کر لیا جائے کہ قبولیت کا قوی امکان ہے۔ ہمارے معاشرے میں دنیاوی اغراض کے پیش نظر غیر مسلم مردوں کے لئے دعا کرنے والے بھی پائے جاتے ہیں۔ کافروں کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا؟ آیئے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے کچھ عبارتیں اور پڑھ لیں۔

حضرت رئیس المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو کافر مرا والعیاذ باللہ تعالیٰ اس کے لئے دعائے مغفرت حرام ہے۔

قال اللہ عزوجل۔ ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفرو للمشرکین الخ

علامہ شہاب الدین قرافی مالکی تصریح کرتے ہیں کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کفر ہے۔ کے آیت کریمہ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ** میں معاذ اللہ کذب قول الٰہی چاہتا ہے۔

قال الرضا: یعنی اگر کفار کی مغفرت اور ان کا دوزخ سے نجات پانا شرعاً جائز مانتا ہے تو بے شک منکر نصوص قاطعہ ہے۔ (کہ قرآن نے صاف اعلان کر دیا کہ مشرکین و کفار کی مغفرت نہ ہوگی۔ پھر اگر ان کی مغفرت کو جائز مانتا ہے تو قرآن کو جھٹلاتا ہے (معاذ اللہ) راقم۔)

ورنہ یہ کلمہ حرام و ناروا ہے۔ کہ اس سے انکار لازم آتا ہے۔ بلکہ عند التفتیش اسے دو سخت آفتوں کا سامنا ہے۔ (۱) شرعاً محال مان کر اب جو "استدعا کرتا ہے آیا واقعی وقوع چاہتا ہے۔ (۲) یا یونہی بے معنی بک رہا ہے۔ اول میں حق سبحانہ تعالیٰ سے اس کی خبر کی تکذیب چاہنا (کہ اس نے فرمایا کہ کافروں کی مغفرت نہ ہوگی اور یہ چاہتا ہے کہ مغفرت ہو جائے۔ تو گویا چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کا کلام جھوٹا ہو جائے۔ راقم۔) اور دوم عبث و استہزاء ہے۔ اور دونوں کا پہلو معاذ اللہ جانب کفر جھکتا ہے۔ بہرحال صورت سابقہ یقیناً کفر اور ثانی اشد حرام سخت کبیرہ جس سے توبہ و تجدید اسلام و نکاح لازم۔" (صفحہ ۹۹، ۱۰۰)

اے کاش! کہ ہماری مسلم قوم ساری غرضوں کو اللہ کی ذات سے وابستہ کرلے اور دنیاوی لیڈروں کی واہ وائی اور چاپلوسی سے باز آکر ان کافروں کو "سورگ واسی" وغیرہ کہنا چھوڑ دے۔

ایک مقام پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"حاجی کی دعا جب تک اپنے گھر پہنچے۔"

اس باب میں ان لوگوں کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ انھیں میں حاجی بھی شامل ہے، فرماتے ہیں:

"حدیث شریف میں ہے۔ جب تو حاجی سے ملے۔ اسے سلام کر اور مصافحہ کر۔ اور درخواست کر کہ وہ تیرے لئے استغفار کرے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو۔ کہ وہ مغفور ہے۔۔۔۔۔۔

دوسری حدیث شریف میں ہے حاجی کی دعا رد نہیں ہوتی۔ جب تک پلٹے۔" (صفحہ ۱۱۲)

ہمارا حال یہ ہے کہ حاجی صاحبان کو ائر پورٹ لینے پہنچے تو ہار پہنانے، گلے ملنے مبارک باد دینے سے ہی فرصت نہیں۔ اور حاجی صاحب بھی سفر کی تکلیفوں اور انتظامیہ کی ناکاریوں کی فہرست کھولے بیٹھے ہیں۔ نہ مدینہ چھوٹنے کا غم۔ نہ طواف کعبہ سے محرومی کی فکر۔ بس جلد سے جلد گھر پہنچنا ہے۔ اور ساتھ لایا ہوا سامان کھول کر تقسیم کرنا ہے۔ نہ حاجی صاحب کو دعا کرنے کی فکر۔ نہ لواحقین کو دعا کرانے کی تمنا۔ بس ایک رسم ہے جو ادا کی جا رہی ہے۔ اللہ عزوجل سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اسی طرح مریض کے بارے میں بھی ہم غفلت کا شکار ہیں جبکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ احادیث کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"مریض۔ کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ جب بیمار کے پاس جاؤ۔ اس سے اپنے لئے دعا چاہو کہ اس کی دعا مثل دعائے ملائکہ ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ مریض کی دعا رد نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اچھا ہو۔"

(صفحہ ۱۱۳)

اس باب میں انیس (۱۹) لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا۔ یہاں بھی آٹھ (۸) جناب مصنف نے ذکر فرمائے اور گیارہ (۱۱) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ کئے۔

- بہت ہی اختصار کے ساتھ یہ چند اوراق مدح رضا کی غرض سے سیاہ کئے ہیں مولیٰ عزوجل

قبول فرمائے اور اپنے ولی کے صدقے تمام دینی و دنیاوی دعائیں قبول فرمائے۔ بے مانگے مانگنے سے زیادہ اپنی رحمت و شان کے مطابق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

مضمون کی طوالت کے پیش نظر انہیں چند اقتباسات پر اپنی کاوش کو ختم کر رہا ہوں۔ اور در حقیقت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے متعلق جتنا بھی لکھا جائے، کہا جائے، سوچا جائے آپ کی شان عالی کے مقابل سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔

کتاب مذکورہ میں امام عشق و محبت نے کئی جگہوں پر تشریح کے ضمن ہی میں کئی بہترین علمی نکات کا اضافہ فرمایا ہے۔ لیکن کہیں بھی والد محترم کی بارگاہ میں اونی سی بے ادبی یا اپنی علمیت جتانے کا ہلکا سا شائبہ تک نہیں۔ ہر جگہ عاجزی وانکساری کے پھول کھلتے نظر آتے ہیں۔ اے کاش ہم بھی اپنی علمیت پر پھولنے کی جائے اپنے امام کی صحیح معنوں میں پیروی کر سکیں۔

نوٹ: مضمون میں اکثر جگہوں پر ہم نے طوالت کے خوف سے اصل عربی عبارات نہیں نقل کی ہیں۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ اصل عبارات کے لئے کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

بقیہ : عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر کام کی رفتار

☆...... مشتاق احمد شاہ (فاضل جامعہ محمدیہ غوثیہ، سرگودھا) نے جامعہ ازھر سے مندرجہ ذیل تحقیقی مقالہ پر ۱۹۹۸ء میں ایم فل کیا ہے۔ امام احمد رضا کے حوالے سے جامعہ الازھر میں یہ پہلا کام ہوا ہے جس کا تمام تر سہرا ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے سر جاتا ہے

"الامام احمد رضا خاں واثرہ فی الفقہ الحنفی"

☆...... مولانا ممتاز احمد سدیدی (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) ازھر یونیورسٹی سے امام احمد رضا کی شاعری کے حوالے سے ایم۔ فل کر رہے ہیں، ان کا عنوان ہے۔

"الشیخ احمد رضا خاں البریلوی الہندی شاعراً عربیاً"

ازھر یونیورسٹی "کلیۃ اللغات والترجمہ" میں شعبہ فارسی کے استاذ ڈاکٹر خلیل عبد الحمید امام احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب "ارمغان رضا" کا عربی نثر میں ترجمہ کر رہے ہیں جب کہ بین الاقوامی شہریت کے حامل مصنف و محقق ڈاکٹر حسین مجیب المصری، اس نثری ترجمہ کو عربی نظم میں کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسی یونیورسٹی کے ڈاکٹر احمد حسین اجمیری مسعود ملت کی انگریزی تصنیف "عبقری الشرق" کا عربی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر کام کی رفتار

۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۷ء

مرتبہ: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، کراچی۔ پاکستان

امام احمد رضا پر ۱۹۶۸ء سے تحقیق کا جو سلسلہ شروع ہوا، اب تک جاری ہے بلکہ جوں جوں وقت گذرتا جارہا ہے اس میں تیزی آرہی ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت اور فکر وفن پر کئی فضلاء ڈاکٹریٹ کرچکے ہیں اور کئی اسکالرز ایم فل کرچکے ہیں۔ غالباً امام احمد رضا دنیا میں وہ واحد شخصیت ہیں جن پر اس قدر فضلاء نے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم فل کیا ہے اور مسلسل کررہے ہیں۔ اس سے امام احمد رضا کی ہمہ گیر شخصیت اور فکر وفن کی بے پناہ وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان پر ہونے والی تحقیقات پیش کرنے کے لئے تو دفتر چاہیے۔ تاہم ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اپنے سالانہ "مجلہ امام احمد رضا کانفرنس" اور مجلس رضا۔ لاہور ماہنامہ "جہان رضا" میں وقتاً فوقتاً تفصیلات شائع کرتے رہتے ہیں۔

"امام احمد رضا اور عالمی جامعات" کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ایک مقالہ ۱۹۸۲ء میں قلمبند کیا جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اپنے سالنامہ معارف رضا (۱۹۸۲ء) میں شائع کیا۔ پھر ۱۹۹۰ء میں بعض اضافات کے ساتھ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی، صادق آباد نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ چونکہ عالمی سطح پر امام احمد رضا کے حوالے سے تحقیق میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے لہٰذا اب ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۷ء تک کی معلومات بطور ضمیمہ بعنوان "عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر کام کی رفتار" پیش خدمت ہیں۔

کراچی یونیورسٹی کراچی

☆...... کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات کے استاد، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، نے اسی یونیورسٹی

سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر لی ہے۔

"کنزالایمان اور دوسرے معروف قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ"

یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی عنقریب دو جلدوں میں شائع کرے گا۔

☆...... پروفیسر محمد اسحاق مدنی (استاد اردو کالج، کراچی) ڈاکٹر مسعود احمد ہی کی نگرانی میں اسی یونیورسٹی سے بدستور ڈاکٹریٹ کا مقالہ تیار کرنے میں مصروف ہیں

"برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ"

☆...... پروفیسر سید رئیس احمد (استاد شعبۂ علوم اسلامیہ جامعہ کراچی) اسی شعبہ کے استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد جلال الدین نوری کی نگرانی میں مندرجہ ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"امام احمد رضا اور عائلی قوانین"

☆...... نگران موصوف کی سرپرستی میں ایک اور فاضل محمد حسن امام (لکچرار، وفاقی اردو کالج کراچی) اسی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ عنوان ہے۔

"تحریک پاکستان میں خلفاء امام احمد رضا کا کردار"

☆...... ترک ولی محمد قادری (ایڈوکیٹ) کراچی یونیورسٹی سے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (استاد شعبۂ ارضیات) کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کے لئے درج ذیل عنوان پر خاکہ تیار کر رہے ہیں۔

"برصغیر کی اصلاح معاشرہ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے فکری زاویوں کا تحقیقی جائزہ"

☆...... مولانا منظور احمد سعیدی (امام رحمانیہ مسجد کراچی) اسی یونیورسٹی سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کا خاکہ تیار کر رہے ہیں۔

"مولانا احمد رضا خاں کی علوم حدیث میں خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ"

☆...... اسماء نظام (لکچرار اردو کالج کراچی) کراچی یونیورسٹی شعبۂ اردو کے استاذ پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر ایم۔ فل کر رہی ہیں۔

"اردو نثر کے فروغ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا حصہ"

☆ کراچی یونیورسٹی سے عاصم سعید خان نے پروفیسر سید رئیس احمد (استاذ شعبہ علوم اسلامی) کی نگرانی میں ایم۔ اے فائنل اسلامیات کیلئے درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھا...

"امام احمد رضا حیثیت مسلم مفکر"

جبکہ آنسہ تمینہ ایوب نے مندرجہ ذیل عنوان پر مقالہ لکھا...

"فقہ اسلامی کی تدوین میں امام احمد رضا کا حصہ"

☆...... پروفیسر عاشق حسین چغتائی (استاد گورنمنٹ سیکنڈری اسکول لانڈھی کراچی) ڈاکٹر عبد الرشید (صدر شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی) کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں ان کا عنوان ہے۔

"امام احمد رضا بریلوی کی دینی خدمات"

ہمدرد یونیورسٹی (مدینة الحکمة) کراچی

☆...... ہمدرد یونیورسٹی کے چانسلر حکیم محمد سعید صاحب نے ۱۹۸۸ء میں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان

"مولانا احمد رضا خان بریلوی کی علمی بصیرت"

قلم بند کیا تھا جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے اپنے سالنامہ معارف رضا (۱۹۸۹ء) میں شائع کیا۔

ڈاکٹر سید خضر نوشاہی (مدیر شعبۂ مخطوطات) نے امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۴ء میں درج ذیل عنوان پر مقالہ پیش کیا، جسے سالنامہ معارف رضا (۱۹۹۵ء) میں شائع کیا گیا۔

"اعلیٰ حضرت اور فن تاریخ گوئی"

☆...... پروفیسر مولانا فضل القدیر ندوی (استاذ ہمدرد یونیورسٹی) نے امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۳ء میں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان

"کنزالایمان و خزائن العرفان کا جائزہ"

پیش فرمایا جو کہ معارف رضا ۱۹۹۴ء کی زینت ہے۔

سندھ یونیورسٹی جامشورو (حیدرآباد سندھ)

☆...... پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبد الباری صدیقی (لیکچرار جامعہ ملیہ کالج کراچی) نے پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری (سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی) کی نگرانی میں سندھی زبان میں درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر لیا ہے۔

"حضرت احمد رضا بریلوی جا حالات، افکار ء اصلاحی کارناما" (سندھی)

☆...... محترمہ تنظیم الفردوس، ممتاز ماہر تعلیم، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان کی سرپرستی میں اسی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں ان کا عنوان ہے۔

"مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ"

☆...... اسی یونیورسٹی سے پروفیسر انوار احمد (استاذ شعبہ اسلامیات سندھ یونیورسٹی) پروفیسر ایس۔ ایم۔ سعید (ڈین فیکلٹی آف اسلامک کلچر) کی سرپرستی میں فاضل بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ"

☆...... پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو (رئیس کلیہ فنون، سندھ یونیورسٹی) نے امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۲ء میں درج ذیل عنوان پر ایک تحقیقی مقالہ پڑھا جو سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء میں اور روزنامہ جنگ کے "امام احمد رضا ایڈیشن" ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔

"امام احمد رضا اور تجدید و احیاء دین"

موصوف "حدائق بخشش" کے سندھی ترجمہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق ابڑو (سابق ڈائریکٹر آف کالجز، سندھ) نے بھی درج ذیل عنوان پر تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا جو سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا ہے۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت اور ان کا فارسی کلام"

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

☆...... پروفیسر محمد امجد، اس یونیورسٹی سے امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

☆...... پروفیسر مسرت واجد (لکچرار شعبہ زبان و ادبیات فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) امام احمد رضا کے درج ذیل رسائل پر تحقیقی کام کر رہی ہیں، نیز ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے نام ایک مکتوب میں انھوں نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ وہ ان رسائل کا ترجمہ بھی کریں گی۔

-البدور فی اوج المجذور -تاج توقیت -رویت الھلال -البرھان القویم

پنجاب یونیورسٹی - لاہور

☆...... سید شاہد نورانی (پرنسپل علی پبلک اسکول اینڈ کالج لاہور) نے جامعہ پنجاب سے ایم۔ ایڈ کے لئے درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھا:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی علمی خدمات"

یہ مقالہ ادارۂ معارف رضا لاہور نے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ موصوف آج کل پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (صدر شعبۂ عربی جامعہ پنجاب) کی نگرانی میں فاضل بریلوی کی عربی شاعری کے حوالے سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"الشیخ احمد رضا شاعراً مع تدوین دیوان العربی"

☆.... حافظ محمد سلیم نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات کے لئے امام احمد رضا پر مقالہ پیش کیا

☆...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم (صدر شعبۂ اردو اسلامیہ کالج، فیصل آباد) نے "اردو میلاد نامے" کے عنوان پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ جس میں انھوں نے امام احمد رضا کے حوالے سے درج ذیل عنوان پر ایک الگ باب قائم کیا ہے۔

"مولانا احمد رضا خاں کی میلاد نگاری"

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اپنے سالنامہ "معارف رضا" (۱۹۹۵ء) میں یہ حصہ شائع کیا ہے۔

☆...... پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی (استاذ گورنمنٹ کالج، شیخوپورہ) پنجاب یونیورسٹی سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"مولانا امام احمد رضا خاں اور ردِ بدعات"

☆...... گجرات (کھاریاں) کے مولانا محمد سعید قادری بھی امام احمد رضا کے حوالے سے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

☆...... پروفیسر مولانا محمد اشفاق جلالی (لیکچرار گورنمنٹ کالج، لاہور) امام احمد رضا کی تصنیف "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" پر پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (صدر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی) کی نگرانی میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

☆...... پروفیسر قاری محمد رفیق (استاذ اسلامیہ کالج، لاہور) امام احمد رضا کے بخاری شریف پر حواشی

کے حوالے سے ڈاکٹریٹ کی تیاری کر رہے ہیں۔

☆.....امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد ظفر الدین قادری نے امام احمد رضا کی تصانیف سے احادیث جمع کر کے صحیح البھاری کے نام سے چھ مجلدات میں ایک مجموعۂ احادیث مرتب کیا تھا جس کی دوسری جلد بمبئی سے شائع ہوئی۔ ایک عرصے بعد حیدر آباد، سندھ سے بھی شائع ہوئی (۱۹۹۶ء۔ صفحات ۹۶۰)۔ پہلی جلد کا مخطوطہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے رضا فاؤنڈیشن میں زیرِ تدوین ہے۔ مدرسہ جامعہ رضویہ، لاہور کے استاد شعبۂ تجوید و قرأت وحفظ قاری محمد سعید ظفر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے (عربی) کے پانچویں پرچے کیلئے صحیح البھاری پر مونوگراف لکھ رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ لاہور

☆......جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبۂ تحقیق "رضا فاؤنڈیشن" نے علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی نگرانی میں امام احمد رضا کا فتاویٰ

"العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ"

کو جدید انداز میں ترتیب کے بعد عربی و فارسی عبارات کے تراجم اور حوالہ جات کی جامع تخریج کے بعد اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے، جدید تدوین کے بعد اب تک فتاویٰ رضویہ کی گیارہ جلدیں شائع کی جا چکی ہیں جو کہ اصل فتاویٰ کی چار جلدوں پر مشتمل ہیں، خیال ہے کہ تکمیل پر تقریباً (۳۶) جلدیں تیار ہو جائیں گی۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆......بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبۂ "ادارۂ تحقیقات اسلامی" کے پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد طفیل نے امام احمد رضا کے فتاویٰ کے حوالے سے درج ذیل عنوانات پر تحقیقی مقالات لکھے ہیں

"قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اوّلین مآخذ"

"فتاویٰ رضویہ کے فقہی مصادر"

یہ مقالات ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے اپنے معارف رضا میں شائع کئے ہیں۔

☆......اسی شعبہ کے ایک اور ریسرچ اسکالر پروفیسر علامہ جی۔ اے حق۔ محمد نے بھی ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو کہ سالنامہ "معارف رضا ۱۹۹۷ء" میں شائع ہوا ہے۔ موصوف فتاویٰ رضویہ کی از سر نو

ترتیب و پیرا بندی کا کام بھی کر رہے ہے، آپ اب تک تین جلدوں پر کام کر چکے ہیں۔

☆...... اسی یونیورسٹی سے شائع ہونے والے بین الاقوامی تحقیقی سہ ماہی مجلہ "فکر و نظر" کے مدیر پروفیسر ڈاکٹر ساجد الرحمن نے بھی امام احمد رضا پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو کہ عنقریب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کر رہا ہے۔

☆...... ملک معراج خالد (ریکٹر، انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) نے امام احمد رضا کے فتاوی رضویہ پر اس یونیورسٹی سے تحقیقی کام شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ انھوں نے امام احمد رضا کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے خصوصی طور پر امام احمد رضا کانفرنس اسلام آباد ۱۹۹۶ء میں حیثیت صدر محفل شرکت کی۔

☆...... سید عتیق الرحمن شاہ بخاری۔ ایم۔ اے (عربی) اسی یونیورسٹی سے درج ذیل عنوان پر مقالے کی تیاری کر رہے ہیں۔

"الامام احمدرضا و آثارہ الادبیہ باللغة العربیہ نثر او نظما"

پشاور یونیورسٹی، پشاور

☆...... مولانا فیض الحسن فیضی، پشاور یونیورسٹی، پشاور سے ایم۔ فل کے لئے درج ذیل عنوان پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔

"امام احمد رضا کی عربی خدمات"

☆...... ڈاکٹر راج ولی شاہ خٹک (ڈائریکٹر، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی) نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے نام ایک مکتوب میں فاضل بریلوی کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

"شاہ احمد رضا خاں اور ان کے قبیلۂ بڑیچ نے دین و ملت کے ناموس کی خاطر جو خدمات انجام دی ہیں یا موجودہ دور میں ان کی شروع کی گئی تحریک جو خصوصیات رکھتی ہیں ان کو سمجھنے کے لئے میرے خیال میں اس کتاب (شاہ احمد رضا خاں بڑیچ افغانی) کا مطالعہ ضروری ہے۔"

(مکتوب محررہ، ۷ دسمبر ۱۹۹۶ء)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

☆...... پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی (استاذ شعبۂ اردو) امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان "حدائق

حشش" کے مختلف ایڈیشنوں کی روشنی میں ایک صحیح ایڈیشن کی ترتیب میں کوشاں ہیں۔

مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر، پروفیسر ڈاکٹر محمد نسیم صدیقی ۱۹۹۱ء میں کراچی آئے تو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کر کے اپنی تحقیقی مطبوعات پیش کیں۔ اس موقع پر ڈاکٹر موصوف نے فرمایا کہ امام احمد رضا کی علمی خدمات پر ضرور تحقیقی کام ہونا چاہیے، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ایسے ریسرچ ورک میں ہر ممکن تعاون کرے گی۔

پروفیسر محمد حسین بریلوی (لکچرر بریلی کالج روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی) نے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے درج ذیل عنوان پر ایم۔ فل کا مقالہ لکھا ہے۔

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی عربی ادب میں خدمات"

روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (ڈائریکٹر رضا اسلامک اکیڈمی، بریلی) نے درج ذیل عنوان پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر لیا ہے۔

"اردو نعت گوئی کی تاریخ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا مقام و مرتبہ"

ڈاکٹر موصوف امام احمد رضا پر کئی ایک تحقیقی مقالات بھی لکھ چکے ہیں۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے انھیں "امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ" بھی پیش کیا ہے۔

مولانا مختار احمد بہیڑوی، درج ذیل عنوان پر پروفیسر وسیم بریلوی (صدر شعبہ اردو، روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی) کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"امام احمد رضا کی اردو نثر نگاری"

پروفیسر موصوف ہی کی سرپرستی میں ایک اسکالر امام احمد رضا کے بھائی مولانا حسن رضا خان بریلوی پر درج ذیل عنوان سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"مولانا حسن رضا خاں بریلوی کی شاعری"

اسی یونیورسٹی سے مجیب احمد رضا، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں پر پروفیسر ڈاکٹر نظامی (اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو) کی سرپرستی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، عنوان یہ ہے۔

"مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی شاعری"

لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

☆...... لکھنؤ سے مولانا نذیر حیات خاں قادری نے ایک مکتوب کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ وہ لکھنؤ یونیورسٹی سے امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کی تیاری کر رہے ہیں۔

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

☆...... ڈاکٹر حسن رضا خاں نے امام احمد رضا کی فقاہت کے حوالے سے ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ سے ڈاکٹریٹ کیا تھا، چنانچہ اس یونیورسٹی کو پوری دنیا میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے فاضل بریلوی پر تحقیقات کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوا۔

☆...... ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی نے یہ خبر شائع کی ہے کہ پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ سے سید ذوالفقار نامی ایک اسکالر امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

مگدھ یونیورسٹی، گیا (ہندوستان)

☆...... مولانا محمد غلام جابر مصباحی درج ذیل عنوان پر پروفیسر علیم اللہ حالی (صدر شعبۂ اردو مگدھ یونیورسٹی، گیا) کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات"

بہار یونیورسٹی، مظفر پور

مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد گزشتہ چالیس برسوں (۱۹۵۷ء تا ۱۹۹۷ء) سے مسلسل لکھ رہے ہیں۔ امام احمد رضا پر برابر پچیس سال (۱۹۷۰ء۔ ۱۹۹۵ء) لکھتے رہے۔ رضویات پر ان کی نگارشات کی تفصیلات محمد عبدالستار طاہر، لاہور نے اپنی کتاب "مسعود ملت اور رضویات" (مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء) میں جمع کر دی ہیں۔ علم و دانش خصوصاً رضویات پر ان کی خدمات کے اعتراف میں مولانا اعجاز انجم لطیفی (استاذ دار العلوم منظر اسلام، بریلی) نے مسعود ملت کے حالات و علمی آثار پر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی کی نگرانی اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی رہنمائی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیلئے مقالہ قلم بند کیا ہے جو یونیورسٹی میں داخل کر دیا گیا ہے۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی (شمارہ جنوری ۱۹۹۸ء) کے مطابق فاضل موصوف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عنقریب ملنے والی ہے۔

ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ بہار

☆...... محمد امجد رضا قادری، ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ بہار سے پروفیسر طلحہ برق رضوی کی نگرانی میں درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں"

بمبئی یونیورسٹی، بمبئی

☆...... سیّد محمد عارف علی رضوی، بمبئی یونیورسٹی، بمبئی سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹر نظام الدین گوریکر (ڈائریکٹر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی یونیورسٹی، بمبئی) کی سرپرستی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"اردو کے اصلاحی ادب میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا حصہ"

کانپور یونیورسٹی، کانپور

☆......ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے پروفیسر سیّد ابو الحسنات حقی (صدر شعبۂ اردو کانپور یونیورسٹی) کی سرپرستی میں درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر لیا ہے۔

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری"

موصوف نے امام احمد رضا کے رسائل "حقوقِ والدین" اور "مزارات پر عورتوں کی حاضری" کا ہندی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

ہندو یونیورسٹی، بنارس

☆......طیب علی رضا، ہندو یونیورسٹی، بنارس سے ڈاکٹر قمر جہاں (صدر شعبۂ اردو، ہندو یونیورسٹی،

بنارس) کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، ان کا عنوان ہے۔

"امام احمد رضا خاں، حیات اور کارنامے"

☆...... مولانا غلام حُنیٰ انجم مصباحی (اسسٹنٹ پروفیسر، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی) نے ہندو یونیورسٹی بنارس سے امام احمد رضا کے شاگردو تلامذہ اور فیض یافتہ علماء کی خدمات کے حوالے سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر لیا ہے۔آپ نے ڈاکٹر حنیف نقوی (صدر شعبہ اردو) کی نگرانی میں کام کیا

"بریلوی علماء کی ادبی خدمات"

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا یہ مقالہ کراچی سے شائع کر رہا ہے۔

☆...... مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی بھی ہندو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی تیاری کر رہے ہیں۔آپ اس سے قبل ایک تاریخی و تحقیقی مقالہ "تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ" لکھ چکے ہیں۔

میسور یونیورسٹی، میسور کرناٹک

☆...... مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری، ڈاکٹر جہاں آرا بیگم (صدر شعبہ اردو، میسور یونیورسٹی) کی نگرانی میں میسور یونیورسٹی، میسور کرناٹک سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

"امام احمد رضا کا تصور عشق"

کلبرگہ یونیورسٹی، کلبرگہ

☆...... پروفیسر سعید احمد۔ایم (لیب انچارج، اردو کالج کرناٹک) امام احمد رضا کی اردو ادب میں خدمات کے حوالے سے کلبرگہ یونیورسٹی، کلبرگہ سے ڈاکٹریٹ کرنے کے لئے سنافس تیار کر رہے ہیں ان کا عنوان ہے۔

" امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات کا جائزہ"

پورنیہ یونیورسٹی، پورنیہ کرناٹک

☆...... محمد جاوید رضوی نے کرناٹک ہندوستان سے ایک مکتوب کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ وہ پورنیہ

یونیورسٹی سے فاضل بریلوی پر ڈاکٹریٹ کا ارادہ رکھتے ہیں، موصوف آج کل اپنے موضوع کے اعتبار سے کتب جمع کرنے میں مصروف ہیں، انشاء اللہ العزیز عنقریب ان کا رجسٹریشن ہو جائے گا۔

ہمدرد یونیورسٹی، نیو دہلی

☆..... پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (ریڈر شعبۂ علوم اسلامیہ۔ ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی) نے ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم فرمایا جسے پاکستان سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے اور ہندوستان سے مرکزی بزم رضا بھیونڈی نے شائع کیا، عنوان ہے۔

"امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار"

پروفیسر موصوف کے اس کے علاوہ اور بھی کئی مقالات "معارف رضا" کراچی میں شائع ہو چکے ہیں۔

☆..... ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (ریڈر ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی) نے امام احمد رضا کے دیوان 'حدائق بخشش'، پر ایک تحقیقی مقالہ سپرد مقالہ قلم بند کیا ہے جسے رضا اکیڈمی، ممبئی نے حدائق بخشش (مطبوعہ ۱۹۹۷ء) کے ساتھ ہی نہایت خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے:

''حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ''

جامعہ ملیہ، دہلی

☆..... پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین (ڈائریکٹر، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ، دہلی) نے عہد امام احمد رضا کے سیاسی ماحول کے حوالے سے ایک تحقیقی و تنقیدی مقالہ قلم بند فرمایا جسے انہوں نے انٹرنیشنل امام احمد کانفرنس ۱۹۹۱ء کراچی میں پیش کیا تھا جسے بعد میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے "مقالات" کے نام سے شائع کیا۔ ان کا عنوان ہے۔

"مولانا آزاد کا محاسبہ، بریلوی نقطۂ نظر"

پروفیسر موصوف اس سے قبل اور بھی کئی مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔

کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک

☆..... ایک ہندو ریسرچ اسکالر ڈاکٹر اوشا سانیال نے امام احمد رضا کے حوالے سے کولمبیا یونیورسٹی، سے درج ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔

A HISTORY OF THE BARELWI MOVEMENT IN BRITISH INDIA 1900---194

ان کا یہ مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی (ہندوستان) نے

DEVOTIONAL ISLAM AND POLITICS IN BRITISH INDIA-

AHMED RIZA KHAN BARELWI AND HIS MOVEMENT.

1870 _ 1920

کے نام سے خوبصورت کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ

☆..... کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ کے نو مسلم انگریز اسکالر ڈاکٹر محمد ہارون امام احمد رضا کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالات قلم بند کر چکے ہیں۔ وہ ۱۹۸۸ء میں امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان اور دیگر کتب کے مطالعے سے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کیا، موصوف آج کل کنزالایمان کی بنیاد پر قرآن کریم کا سلیس انگریزی ترجمہ اور تفسیر کی تیاری میں مصروف ہیں، آپ امام احمد رضا پر ہمہ وقت تحقیق میں مصروف ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے رضا اکیڈمی برطانیہ میں بطور اعزازی سرپرست، شمولیت بھی اختیار کر لی ہے۔ رضا اکیڈمی برطانیہ عرصہ دراز سے حاجی محمد الیاس کاشمیری کی نگرانی میں کام کر رہی ہے۔
ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر کئی کتابیں لکھیں۔

الازہر یونیورسٹی، قاہرہ

☆..... الازہر یونیورسٹی شعبہ اللغۃ الاردیہ بکلیۃ اللغات والترجمہ کے استاذ السید شیخ حازم محمد عبدالرحیم محفوظ المصری نے امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا عربی میں ترجمہ کیا ہے جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان نے رضا اکیڈمی لاہور اور مکتبہ قادریہ لاہور کے اشتراک سے "بساتین الغفران کے نام سے شائع کر دیا۔ فاضل شیخ نے اس پر ایک جامع مقدمہ اور تبصرہ بھی تحریر کیا ہے۔

"الدراسات الرضویہ فی مصر العربیہ"

— مولانا احمد القادری النقشبندی، ازہر یونیورسٹی، فقہ حنفی میں امام احمد رضا کے حوالے سے ایم فل کر رہے ہیں ان کا عنوان ہے۔

"احمد رضا خاں وخدماتہ فی فقہ الاسلام"

باقی صفحہ ۱۷

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم
تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزاران عرب

از : علامہ عبدالستار ہمدانی ـ پوربندر ـ گجرات

☆ دام۔ جال۔ پھندا۔ دھوکا۔ فریب۔ قیمت۔ مول۔ نرخ۔ بھاؤ۔ نقدی۔ دولت۔ روپیہ۔ گھاس کھانے والے صحرائی چوپائے۔

(حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۶۰۹ (۲) لغات کشوری، صفحہ ۲۷۹ (۳) کریم اللغات، صفحہ ۶۹)

☆ بے دام۔ بے قیمت۔ مفت (حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۲۴۶)

☆ بے دام کا غلام۔ مفت کا نوکر۔ فرمانبردار۔ بے حد مطیع

(حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۲۴۶)

☆ بندہ۔ غلام۔ نوکر۔ ملازم۔ نیازمند۔ خاکسار۔ انسان۔ بشر۔ آدمی۔ عابد۔ زاہد۔ تابع دار۔ سر جھکا دینے والا۔ حکم ماننے والا۔ داس

(حوالہ : (۱) لغات کشوری؛ صفحہ ۱۰۶ (۲) فیروز اللغات، صفحہ ۲۱۸ (۳) کریم اللغات، صفحہ ۲۵)

☆ رئیسان۔ جمع ہے رئیس کی۔ امیر لوگ۔ سردار لوگ۔ دولت مند لوگ

(حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۷۳۲)

☆ عجم۔ گونگا۔ عرب کے سوا کوئی ملک۔ چھوہارے اور ہر چیز کی گٹھلی اور تخم یعنی بیج۔

(حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۸۹۱ (۲) لغات کشوری، صفحہ ۴۸۳ (۳) کریم اللغات، صفحہ ۱۰۸

☆ ہزاران۔ جمع ہزار کی۔ ہزاروں (حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۱۴۴۰)

☆ بندی۔ قیدی۔ اسیر۔ گرفتار

(حوالہ : (۱) فیروز اللغات، صفحہ ۲۱۶ (۲) لغات کشوری، صفحہ ۱۰۶)

۱) ☆ پہلے مصرع میں جو لفظ "بے دام" ہے اس کا مطلب "بے قیمت" ہوتا ہے۔

☆ دوسرے مصرع میں جو لفظ "بے دام" ہے اس کا مطلب "بے جال" ہوتا ہے۔

۲) ☆ پہلے مصرع میں جو لفظ "بندے" ہے اس کا مطلب "غلام" ہوتا ہے۔

☆ دوسرے مصرع میں جو لفظ "بندے" ہے اس کا مطلب "قیدی" ہوتا ہے۔

"شعر کا مطلب، خلاصہ اور تشریح"

اس شعر میں امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی قاہر سلطنت و عالمگیر حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! آپ کی سلطنت کا رعب اور آپ کی حکومت کا دبدبہ عالمگیر پیمانہ پر اس طرح مسلط ہے کہ عجم یعنی ملک عرب کے سوائے تمام ممالک کے رؤسا اور بادشاہ آپ کے دربار کے بے دام یعنی بے قیمت کے بندے یعنی غلام ہیں۔ اور ملک عرب کے ہزاروں سورما اور رؤسا و بہادر آپ کے در کے بے دام یعنی بے جال کے بندے یعنی قیدی ہیں۔

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے لفظ "بے دام" کا اور لفظ "بندے" کا دو دو مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ دونوں لفظ "بے دام" اور دونوں لفظ "بندے" حروف اور اعراب کے اعتبار سے مساوی ہیں لیکن باعتبار معنی و مطلب الگ الگ ہیں لہذا یہ شعر فن شاعری کے قوانین سے صنعت تجنیس مساوی کاملہ کا شعر ہے لیکن اس ایک شعر میں دو تجنیسات ہیں۔ پہلی بے دام اور بے دام سے اور دوسری بندے اور بندے سے۔ شعر کے مصرع اولیٰ و ثانی دونوں میں لفظ "بے دام" کا استعمال کیا گیا ہے۔ مصرع اولیٰ میں جو لفظ "بے دام" ہے اس کا مطلب "بے قیمت" یعنی "مفت" کے ہوتے ہیں۔ اور مصرع ثانی میں جو لفظ "بے دام" ہے اس کا مطلب "بے جال" یعنی "بغیر قید" کے ہوتے ہیں۔ اس طرح مصرع اولیٰ میں لفظ "بندے" ہیں اس سے مراد "غلام" ہے اور یہ لفظ "بندہ" کی جمع کے طور پر استعمال کیا گیا ہے لیکن مصرع ثانی میں جو لفظ "بندے" ہیں وہ لفظ "بندی" یعنی قیدی سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بہت سے قیدی یا اسیر۔ اس شعر میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے زمانہ اقدس کے بہت سارے واقعات کو حسن اسلوبی کے ساتھ بیان کر کے کوزے میں سمندر کو سمو دیا ہے۔ پہلے مصرع میں آپ فرماتے ہیں کہ "تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم" یعنی عجم کے بڑے بڑے رؤسا، امراء اور سلاطین آپ کے بندے ہیں یعنی غلام ہیں۔ بندے کے معنی غلام، نوکر، ملازم، خدمت گار، خاکسار، مطیع، فرمانبردار وغیرہ ہوتے ہیں۔ لفظ بندے کی تفصیلی بحث شعر "میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا" کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت رضا نے رئیسان عجم کو حضور اقدس ﷺ کے بے دام کے بندے کہا ہے۔ یعنی مفت کا نوکر۔ حالانکہ نوکر یا ملازم مفت میں نہیں ملتے

بلکہ اجرت یا تنخواہ پر ہی ملتے ہیں۔ نوکر یا ملازم کو اس کے کام کے اعتبار سے مناسب اجرت یا تنخواہ دی جاتی ہے اور یہ اجرت یا تنخواہ عوض ہوتی ہے اپنے مالک کی خدمت گزاری اور وفاداری کی۔ حالانکہ ملازمت یا نوکری بھی ایک قسم کی غلامی ہی ہے۔ فطری طور پر ہر انسان غلامی کے بجائے آزادی کو پسند کرتا ہے۔ لیکن حالات کے پیش نظر آدمی مجبوراً کسی کی نوکری یا ملازمت کرتا ہے۔ نوکری میں نوکر کو ہر معاملے میں آقا یعنی سیٹھ کا تابع دار ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی امر نوکر کی نظر میں اچھا نہیں ہوتا لیکن سیٹھ صاحب کا حکم ہونے کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے اور وہ مجبوری اس کی مالی ضرورت ہے جو تنخواہ کے طور پر وہ پاتا ہے۔ اگر نوکر سیٹھ کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے نمک حرام اور غدار کہہ کر نوکری سے رخصت کر دیا جاتا ہے۔ یہ اصول ہر نوکر جانتا ہے لہٰذا وہ بادل ناخواستہ بھی سیٹھ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ آقا کے حکم کے سامنے نوکر کو چوں وچرا کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ تو ہوئی دنیاوی آقاؤں اور دنیاوی غلاموں کی بات لیکن دنیا کے تمام آقاؤں کے آقا بلکہ پوری کائنات کے آقا و مولیٰ ﷺ کے اعجاز و کمال کی شان نرالی ہے۔ ان کے غلام رئیسان عجم ہیں جو کسی مالی ضروریات کے پیش نظر غلامی اختیار نہیں کرتے بلکہ اپنا تمام مال و ملکیت اپنی سلطنت و بادشاہت کو بھی آقا و مولیٰ ﷺ کے قدموں پر قربان کر دینے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام رئیسان عجم کا تذکرہ بالتفصیل کیا جائے لہٰذا چند اہم رئیسان عجم کا اختصار کے ساتھ اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔

۱) شاہ حبشہ نجاشی جس کا نام اصحمہ بن الحر تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کا عاشق و دیوانہ ہو گیا تھا اور وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور اسلام لایا۔ کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو خود چل کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف حضوری سے بہرہ مند ہوتا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں اپنے بیٹے ارحی بن اصحمہ کو اس مطلب کا خط لکھ کر بھیجا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے راست گو رسول ہیں اور گزشتہ نبیوں نے اور پچھلی کتابوں نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ میں آپ کے چچا کے صاحبزادے کے واسطے سے آپ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرتا ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ میں آپ کی خدمت مبارک میں ارحی بن اصحمہ کو حاضر کرتا ہوں۔ اے خدا کے رسول اگر آپ حکم فرمائیں تو میں بھی آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو جاؤں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حق و صدق ہے والسلام علیک یا رسول اللہ" (حوالہ: مدارج النبوۃ۔ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، جلد ۲، صفحہ

۳۷۶) ۹ ہجری میں شاہ حبشہ نجاشی کی رحلت ہوئی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی بادشاہ نے وفات پائی حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج تمہارے بھائی مرد صالح نے وفات پائی۔ اٹھو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اس کے بعد ہم حضور اقدس ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ (مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد ۲، صفحہ ۶۳۷)

نوٹ:- احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ نجاشی بادشاہ کی نعش اگرچہ ملک حبشہ میں تھی لیکن حضور اقدس ﷺ کے لئے وہ غائب نہیں تھی بلکہ اپنے عاشق کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نجاشی کی نعش کو حضور کے سامنے لے آئے تھے۔ علامہ واقدی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے لئے نجاشی کے جنازہ کو پیش نظر کر دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے ملاحظہ فرما کر نماز پڑھی۔ اور مقتدیوں یعنی جماعت والوں کے لئے جنازہ دیکھنا شرط نہیں۔ حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کی قبر سے ہمیشہ نور کی شعائیں نکلتی دیکھی گئی ہیں۔ (حوالہ: شواہد النبوۃ، از علامہ نور الدین جامی، اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۱)

۲) ہرقل۔ شاہ روم۔ اس کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنی قوم کی ڈر کی وجہ سے اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کرتا تھا بلکہ خفیہ طور پر ایمان لایا تھا (واللہ تعالیٰ عالم) تاہم شاہ روم ہرقل حضور اقدس ﷺ کا گرویدہ تھا۔ اور اس نے حضور کی تعظیم و توقیر بجالانے میں کمال عقیدت کا اظہار کیا تھا۔

۳) کسریٰ۔ شاہ فارس۔ جس کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا۔ جب اس کے پاس حضور اقدس ﷺ کا مکتوب گرامی (مبارک خط) پہنچا تو اس نے گستاخانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مکتوب گرامی کو پارہ پارہ کر دیا۔ بعدہ اس نے اپنے یمن کے حاکم باذان کو حکم لکھا "ایسا سنا گیا ہے کہ ایک شخص ملک عرب حجاز میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ دو بھر دسے والے شخصوں کو اپنی طرف سے بھیجو تا کہ انہیں گرفتار کر کے باندھ کر میرے سامنے لے آئیں" پرویز کی طرف سے یہ حکم ملتے ہی حاکم یمن باذان نے باتویہ اور خرخرہ نام کے دو شخصوں کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھ کر

بھیجا کہ "ان دو شخصوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس پہنچو کیونکہ اس نے تم کو بلایا ہے۔" بانویہ اور خرخرہ حضور کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے۔ حضور کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں قاصدوں سے فرمایا کہ باذان کو خبر دو کہ میرے پروردگار نے تیرے پردگار کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ سات گھنٹہ پہلے رات کا وقت تھا کہ پرویز کو اس کے بیٹے "شیرویہ" نے اس کا پیٹ چاک کر کے ہلاک کر دیا۔ یہ ۱۰ جمادی الآخر ۷ ہجری کی رات تھی۔ یہ دونوں قاصد مدینہ شریف سے روانہ ہو کر یمن پہنچے اور حاکم یمن باذان کو اس بات کی خبر دی۔ اسی دوران پرویز کے بیٹے شیرویہ کا خط باذان کو پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ "کسریٰ فارس کے بڑے بڑے لوگوں اور اعیان سلطنت کو بغیر جرم و خیانت کے مار ڈالتا تھا اور مملکت کی جماعت عظیمہ کے درمیان تفرقہ اندازی کرتا رہتا تھا۔ اس بناء پر میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔" جب حاکم یمن باذان نے یہ خط پڑھا تو یہ کہا کہ بے شک حضور نبی مرسل اور رسول صادق ہیں۔ وہ اسلام میں داخل ہوا اور اہل یمن کے بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔ (حوالہ :(۱) شواہد النبوہ، اردو، صفحہ ۱۶۹ (۲) الخصائص الکبریٰ، از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ جلد ۲، صفحہ ۳۷ (۳) مدارج النبوہ، اردو جلد ۲، صفحہ ۳۸۶)

شیرویہ نے حاکم یمن باذان کو خط لکھا تھا اس میں اس نے صاف تاکید کی تھی کہ "اس صاحب دولت سے کہ جنہوں نے زمین عرب و عجم میں دعوے نبوت فرمایا ہے قطعاً تعرض نہ کرنا۔" (مدارج النبوہ، اردو، جلد ۲، صفحہ ۳۸۶)

۴) مقوقس۔ شاہ مصر اور اسکندریہ۔ حالانکہ ایمان نہ لایا لیکن حضور اقدس ﷺ کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا بہت ہی ادب و اکرام و احترام کیا۔ اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں بہت سے تحائف بھیجے۔ حضور کے لئے ہزار مثقال سونا، لبنان کا شہد، ایک دُلدل حضور کی سواری کے لئے ایک دراز گوش اور چار کنیزیں بھیجی تھیں۔ ان چار کنیزوں میں ام المؤمنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ تھیں۔ جو ایمان لائیں اور انہیں حضور کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جن کے بطن اطہر سے حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم تولد ہوئے تھے۔ دوسری کنیز ان کی بہن سیرین تھیں۔ وہ بھی ایمان لائیں اور حضور نے ان کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیا اور ان سے عبدالرحمٰن بن حسان پیدا ہوئے۔ دُلدل کو حضور نے اپنے تصرف میں رکھا۔ یہ دُلدل ایک سفید اونٹ تھا جو حضور کے بعد حضرت علی اور حضرت علی کے بعد حضرت امام حسن کی سواری کے

کام آتا تھا۔ دراز گوش کے جسے عفیر یا یعفور کہتے ہیں اس پر حضور ﷺ کبھی کبھی سواری فرماتے تھے۔ اس دراز گوش کو حضور سے اتنی محبت تھی کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد اس نے حضور کے فراق وغم میں ایک کنویں میں ڈوب کر اپنی جان دیدی۔ (حوالہ: مدارج النبوہ، اردو ترجمہ، جلد ۲، صفحہ ۳۸۸ (۲) شواہد النبوہ، اردو، صفحہ ۱۶۸ (۳) خصائص الکبریٰ، اردو، جلد ۲، صفحہ ۴۳)

۵) والی عثمان۔ فروت بن عمرو الجذامی۔ ایمان لایا اور بہت سے تحائف خدمت اقدس میں ارسال کئے۔ ان کے اسلام لانے کی اطلاع قیصر کو ملی تو اس نے فروت بن عمرو کو عہدے سے معزول کر دیا اور قید میں ڈال دیا۔ لیکن حضرت فروت اسلام پر اس سختی سے کاربند رہے کہ زنداں (جیل) ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ (شواہد النبوہ، اردو ترجمہ، صفحہ ۱۶۷)

مذکورہ رئیسان عجم کے علاوہ بہت سے ممالک کے سلاطین، حاکم اور بادشاہوں کے حالات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بقول حضرت رضا بریلوی " تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم " حضور اقدس ﷺ کے رعب ودبدبے کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ اپنے آپ کو غلام کہتے تھے۔

شعر کے مصرع ثانی میں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ " تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزاران عرب " اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو ایک مرتبہ بھی حضور اقدس ﷺ کے جمال جہاں آرا کا دیدار کر لیتا وہ حضور کا ایسا عاشق ہو جاتا کہ اس کے نزدیک کائنات کی کوئی بھی چیز حضور سے بڑھ کر محبوب نہ تھی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جارہے تھے۔ راستے میں بنو قیس نے اس قافلے کو لوٹا اور حضرت زید کو غلام بنا کر مکہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے حضرت زید کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے خریدا۔ جب حضور اقدس ﷺ کا نکاح ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت خدیجہ نے حضرت زید کو حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اور حضرت زید تب سے حضور کی خدمت میں رہنے لگے۔ ادھر حضرت زید کے والد کو حضرت زید کے فراق کا بہت صدمہ تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے فراق میں روتے تھے اور اشعار کہا کرتے تھے ان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ حضرت زید زندہ ہیں یا انتقال کر گئے ہیں اور اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ لیکن وہ حضرت زید کی مسلسل تلاش کرتے تھے اور اپنے رشتے داروں کو بھی حضرت

زید کی جستجو میں لگا رکھا تھا۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگ حج کو گئے اور مکہ معظمہ میں ان کو حضرت زید مل گئے۔ انہوں نے حضرت زید کو پہچان لیا اور حضرت زید کو ان کے والد کا حال سنایا۔ ان کے شعر سنائے اور یادو فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زید نے اس قافلے والوں کے ہاتھ اپنے والد کو تین اشعار بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ معظمہ میں خیریت سے ہوں۔ حضرت زید کے والد کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرت زید مکہ معظمہ میں ہیں تو حضرت زید کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں جاکر حضرت زید کا پتہ معلوم کیا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو، اللہ کے گھر خانہ کعبہ کے پڑوسی ہو۔ تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم پر احسان اور کرم فرماؤ فدیہ کی رقم قبول کرو اور اس کو رہا کردو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے؟ عرض کیا حضور یہی عرض ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے۔ حضرت زید بلائے گئے۔ حضور نے فرمایا اے زید کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ حضرت زید نے کہا جی ہاں! پہچانتا ہوں یہ میرے والد اور میرے چچا ہیں۔ حضور نے فرمایا تمہیں اختیار ہے اگر میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو میرے پاس رہو اور اگر ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید نے عرض کیا حضور میں آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ ہی میرے لئے سب کچھ ہیں۔ حضرت زید کے والد نے کہا کہ اے بیٹے! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ حضرت زید نے کہا ہاں! میں نے حضور ﷺ میں ایسی بات دیکھی ہے کہ جس کے مقابلے میں کسی چیز کو پسند نہیں کرتا۔ حضور نے جب یہ جواب سنا تو حضرت زید کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ حضرت زید کے والد اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو حضور کی خدمت میں چھوڑ کر چلے گئے (تاریخ خمیس)۔ حضرت زید اس وقت بچے تھے اور بچپن ہی کی حالت میں سارے گھربار، عزیز و اقارب کو حضور کی غلامی پر قربان کر دینا پسند کیا۔

حضرت زید ہی نہیں بلکہ ملک عرب کے بڑے بڑے بہادر، دانا، شجاع جو ایک زمانہ میں حضور اقدس ﷺ کے خون کے پیاسے تھے جب ان پر نگاہ مصطفےٰ پڑی تو بقول حضرت رضا بریلوی "تیرے بے دام کے بندے" یعنی بلا زنجیر و جال کے قیدی بن گئے اور عشق رسول میں دیوانہ ہو کر "اسیر مصطفےٰ بن کر

اسلام کی مخلصانہ خدمات کرنے کے لئے اپنی جانبازیاں پیش کیں۔ مثلاً امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب ☆ حضرت عباس بن عبد المطلب ☆ حضرت حمزہ بن عبد المطلب وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ ملک عرب کے بڑے بڑے قبائل شمع رسالت کے پروانے بن گئے اور اپنی جانثاری کا ثبوت پیش کیا مثلاً ☆ قبیلہ بنی ثقیب ☆ قبیلہ عبد القیس ☆ قبیلہ دوس ☆ قبیلہ بنی سلیم ☆ قبیلہ طے ☆ قبیلہ حضرت الموت ☆ قبیلہ بنو الشعر ☆ قبیلہ حزنیہ ☆ قبیلہ شیبان ☆ قبیلہ عذرہ ☆ قبیلہ اہل جرش ☆ قبیلہ بنی فزادہ ☆ قبیلہ مرہ بن قیس ☆ قبیلہ بنی دار ☆ قبیلہ تجیب ☆ قبیلہ سلامان ☆ قبیلہ محارب و دیگر عرب کے اہم قبائل وار فتگی قلبی سے آپ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال کر اپنا سب کچھ آپ کے قدموں پر قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی دشمنی ہی جن کا مقصد حیات تھی اور جنہوں نے حضور کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی ایسے سخت اور کٹر دشمنوں کی اولاد حضور کی محبت میں دیوانہ تھی مثلاً ☆ عاص بن وائل کے فرزند عمرو بن عاص ☆ ولید بن مغیرہ کے فرزند حضرت خالد بن ولید ☆ عتبہ بن ربیعہ کے فرزند حضرت ابو حذیفہ ☆ ابو لہب کے فرزند عتیبہ ☆ عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق کے فرزند جن کا نام بھی عبد اللہ تھا ☆ ابو جہل کے فرزند حضرت عکرمہ وغیرہ۔ ان تمام حضرات کی جانثاری اور خدمت اسلام کتب تاریخ و سِیَر میں سونے کے حروف سے منقش ہے اور ان حضرات کی سوانح حیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے کہ "تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عرب"۔

امام احمد رضا کے علمی، فقہی اور اصلاحی کارنامے

از : ترک ولی محمد قادری۔ ایم۔اے (اسلامیات)، بی ایڈ، ایل ایل بی، کراچی، پاکستان

فاضل بریلوی کے اسلاف اور خاندانی حالات

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے دور کے عظیم مدبر، تبحر، عالم، مفکر، فلسفی، سائنس داں اور قانون داں تھے۔ انہوں نے اپنے تعلیمی، سیاسی، اصلاحی، سائنسی، معاشی نظریات پیش کئے۔ وہ عہد آفریں، نابغۂ روزگار، عہد ساز اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک اور سچے عاشق رسول تھے۔ محقق بریلوی ستر سے زیادہ علوم و فنون پر حاوی تھے۔ مگر عشق مصطفےٰ ﷺ ان پر حاوی تھا۔

علمائے متاخرین جن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ، اور شاہ عبدالقادر بدایونی وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کا اسم گرامی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

آپ قدس سرہ کا تعلق "بریلی" کے ایک خوشحال گھرانے سے تھا۔ آپ کے اجداد افغانستان سے ۱۷۳۹ء میں ہندوستان آئے۔ آپ کا خاندان دینی علوم کے ساتھ ساتھ عشق رسول سے بھی سرشار تھا۔ آپ پٹھانوں کے معزز قبیلے "بڑیچ" سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بزرگ اعلیٰ حضرت محمد سعید اللہ خاں علیہ الرحمۃ مغلیہ سلطنت کے زمانہ میں "قندھار" (کابل) سے نادر شاہ کے ساتھ لاہور آئے تھے۔ یہاں وہ اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز رہے۔ لاہور کا "شیش محل" انہیں کی ملکیت تھا۔ پھر لاہور سے شش ہزاری منصب پر دہلی چلے گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد سعادت یار خاں دہلی سے کسی فوجی مہم پر بریلی گئے۔ مہم میں کامیاب و فتح یاب ہونے کے بعد "بریلی" کی صوبہ داری کا شاہی پروانہ ملا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے محمد اعظم خاں صاحب رحمہ اللہ علیہ نے بریلی ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ کچھ دن حکومت کے عہدے پر فائز بھی رہے۔ پھر امور سلطنت سے الگ ہو کر وہاں گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اور ولیٔ کامل ہوئے۔

مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی بریلی شریف یوپی کے مشہور محلے "جسولی" میں پیدا ہوئے جہاں آپ کا آبائی مکان تھا۔ آپ کے جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب نے بھی اسی

مکان میں زندگی گزاری تھی۔ امام احمد رضا کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام "المختار" ہے۔ المختار سے آپ کی ولادت ہجری کے عدد ۱۲۷۲ھ نکلتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی سے اپنی تاریخ ولادت خود نکالی ہے۔ اس آیت شریفہ کے عدد بھی ۱۲۷۲ ہوتے ہیں جو موصوف کا سال ولادت ہے۔

اولئك كتب في قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه (سورہ المجادلہ آیت : ۲۲)

ترجمہ : "یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی ہے۔"

ان کی ولادت کے بارے میں اہل نجوم کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ ولادت کے وقت آفتاب برج حمل میں تھا۔ جو بہت ہی مبارک ساعت ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا۔ آپ کے دادا نے آپ کا نام "احمد رضا" تجویز کیا۔ اور امام احمد رضا نے عشق نبی کریم ﷺ سے دلی تعلق کی نسبت سے اس میں عبدالمصطفےٰ کا اضافہ کیا۔ اس طرح آپ کا نام عبدالمصطفےٰ محمد احمد رضا خاں اور سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

مولانا عبدالمصطفےٰ خاں بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن مولانا شاہ محمد اعظم بن مولانا محمد سعادت یار خاں بن مولانا محمد سعید اللہ خاں۔

فاضل بریلوی کے جد اعلیٰ محمد سعید اللہ خاں سلطنت مغلیہ میں ہزاری کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے بیٹے محمد سعادت یار خاں وزیر ہوئے۔ آپ کے بیٹے محمد اعظم بھی وزیر ہوئے۔ آپ کے فرزند محمد کاظم علی خاں حاکم بدایوں تھے۔ اعلیٰ حضرت کے دادا مولانا رضا علی خاں تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں مجاہدین آزادی کی مدد کی تھی اور اس جرم کی پاداش میں انگریزوں نے آپ کے سر کی قیمت مقرر کی تھی مگر اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ آپؒ کے والد محمد نقی علی خاں اور دادا مولانا رضا علی خاں علم و فضل میں یگانہ تھے۔

امام احمد رضا کی سیرت :

امام احمد رضا فاضل بریلوی بر صغیر ہندوپاک میں چودھویں صدی کے جلیل القدر عالم، عبقری، فقیہہ، عظیم محدث، مفسر، ریاضی داں، سائنس داں مدبر، سیاست داں اور شاعر تھے۔ جن کے تفقہ فی الدین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علمائے حرمین شریفین نے "مجدد ماۃ حاضرہ" کے عالیشان

خطاب سے نوازا۔ علم حدیث میں جن کے تبحر کو علامہ فضیلت الشیخ یٰسین احمد الخیاری المدنی نے سراہتے ہوئے "امام المحدثین" کے لقب سے یاد کیا۔ علوم ریاضی اور جدید سائنس میں جن کی مہارت کی ماہر ریاضیات سر ضیاء الدین (وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے تعریف کی اور نوبل انعام کا مستحق قرار دیا۔

امام احمد رضا اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ تھے۔ آپ کے قلم سے اسرار و رموز کے سوتے پھوٹے تھے اور روحانیت و معرفت کے چشمے ابلتے تھے۔ فاضل بریلوی نے اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور شریعت اسلامیہ پر عمل کر کے گزاری۔ انہوں نے علم کے چراغ روشن کئے اور شمع کی مانند تاریک دلوں کو علم نافع اور عشق جمال مصطفےٰ ﷺ کی ضیاء پاشیوں سے منور کیا۔

امام احمد رضا کے علمی کارنامے

امام احمد رضا کو ۵۵ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی جس کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے اور تمام علوم و فنون کی تفصیل دی ہیں۔ ۲۱ علوم و فنون انہوں نے اپنے والد سے حاصل کئے۔ جن کی تفصیلات یہ ہیں: قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیاۃ، حساب ہندسہ۔ باقی علوم دوسرے علماء و اساتذہ سے حاصل کئے۔ اور اپنی فکر خداداد سے ان میں مہارت پیدا کی جن کی تفصیل یہ ہیں قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب مع جملہ فنون، ارثماطیقی، جبر و مقالہ، حساب ستینی، لوغارثمات، توقیت، مناظرہ و مرایا، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، جفر، مربعات، ہیاۃ جدیدہ، زائرچہ، نظم عربی، نظم فارسی، نظم اردو، نثر عربی، نثر فارسی، نثر اردو، خط نسخ، خط نستعلیق، فرائض وغیرہ۔

محدث بریلوی ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۳ سال دس ماہ اور ۵ دن تھی۔ آپ کے والد نے ۱۴ سال کی عمر میں تدریس و فتویٰ کا حکم دے دیا تھا۔ کیونکہ آپ علم منطق کی تحصیل بھی فرما چکے تھے۔ آپ کو علوم مشرقیہ کے ساتھ ساتھ فنون میں خاصی دستگاہ حاصل تھی۔ فنون پر آپ نے ۵۰ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور علوم و معارف کے تودہ دریا بہائے جن تشنگان علم رہتی دنیا تک سیراب ہوتے رہے گے۔ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف آپ کے مخالفین تک نے کیا ہے۔

۱۹۱۹ء میں مشی گن یونیورسٹی (امریکہ) اور ٹیورن یونیورسٹی (اٹلی) کے پروفیسر البرٹ ایف

پورٹا ہیات داں نے یہ پیش گوئی کر کے ساری دنیا میں ہیجان پیدا کر دیا تھا کہ ۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سورج کے سامنے بعض سیارے جمع ہونے سے کشش کے نتیجے میں متحدہ امریکہ کے ممالک میں قیامت صغریٰ آئے گی اور بہت سے علاقے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ امام احمد رضا سے اس سلسلے میں رجوع کیا گیا تو آپ نے اس نظریے کو باطل قرار دیتے ہوئے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا "معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین" آپ نے اس پیش گوئی کے خلاف ۷ دلائل لکھے بالآخر ۷ دسمبر کا سورج غروب ہوا تو امریکی ہیات داں کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی اور ایک مرد مومن یعنی امام احمد رضا کے علم و فضل کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا رہا۔

آج زمانہ امام احمد رضا کے علم و فن کا معترف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی تقریباً ۲۵ جامعات میں اسکالرز امام احمد رضا کے حوالے سے ڈاکٹریٹ (پی، ایچ، ڈی) کے مقالے لکھ رہے ہیں۔ آپ پر ۲۵ یونیورسٹیوں میں تحقیق ہو رہی ہے۔ ہندوستان کی روہیلکھنڈ یونیورسٹی میں امام احمد رضا چیر قائم ہو چکی ہے۔ پاکستان میں بھی مختلف شہروں کی یونیورسٹیوں میں محقق امام احمد رضا کی زندگی کے مختلف زاویوں پر تحقیقی مقالات لکھ کر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کے محققین آپ کی تصنیف سے استفادہ کر رہے ہیں۔ عنقریب راقم الحروف کی بھی پروفیسر مجید اللہ قادری شعبۂ ارضیات، جامعہ کراچی کی نگرانی میں "برصغیر کی اصلاح معاشرہ میں مولانا احمد رضا بریلوی کے فکری زاویوں کا تحقیقی مطالعہ" پر ڈاکٹریٹ کے لئے کراچی یونیورسٹی میں رجسٹریشن ہو رہی ہے۔ (انشاء اللہ)

امام احمد رضا مثالی عاشق رسول تھے۔ وہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول تھے۔ انہوں نے اپنی ذات کو عشق رسول کے لئے فنا کر دیا۔ جس کے بدلے میں انہیں وہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا کہ ان کا نام آج بھی روشن ہے اور قیامت تک روشن رہے گا۔ فاضل بریلوی وہ ذات گرامی ہے جنہیں عالم بیداری میں زیارت مصطفےٰ ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ حب رسول ﷺ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد اگرد امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے برصغیر ہندوپاک کے مسلمانوں کو جمع کیا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے کارناموں کا احاطہ کرنا محال ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی مختلف شعبوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر شعبے میں انہوں نے انفرادی حیثیت حاصل کی اور بعض امتیازات کو اپنی ذات سے مختص کر لیا۔

۱۔ آپ نے صرف ایک ماہ کے عرصہ میں ایک پارہ روز حفظ کر کے مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا۔

۲۔ صرف ۱۳ سال، دس ماہ اور پانچ دن کی عمر میں پہلا استفتاء لکھا۔

۳۔ تاریخ گوئی میں آپ کو ایسی دسترس حاصل تھی کہ فی البدیہہ۔ تاریخی مادے اور قطعات ارشاد فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل قادری نقشبندی کی وفات پر دس تاریخی مادے نثر میں اور دو قطعات کہے جن کے ہر مصرعہ میں تاریخ وفات موجود ہے آپ نے اپنی ہر ہر صنف اور تالیف کا نام تاریخی رکھا۔ یک وقت کئی تاریخیں نکال دیتے آپ کی کتب میں آپ کی بیشتر تاریخیں موجود ہیں۔

۴۔ خوشخطی میں آپ نے اتنا کمال حاصل کیا کہ خط نسخ، نستعلیق اور خط شکستہ میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ آپ کی خوشخطی کی مثالیں آج بھی آپ کے جانشین کے پاس موجود ہیں۔

۵۔ علم ہیئت و منطق میں منتہی سمجھے جاتے۔ آپ کے ہم عصر ماہرین علم ہیئت و منطق آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آتے تھے۔ ان موضوعات پر آپ نے کئی کتابیں اور رسالے سپرد قلم کیے جو شائع ہو کر اہل علم کی علمی تسکین کرتے رہے ہیں۔

۶۔ علم تکسیر میں کوئی آپ کا ہم عصر نہ تھا۔ آپ کو صرف تعویذ مربع بھرنے کے ۲۳۰۰ طریقے آتے تھے۔ آج بھی بہت سے تعویذ والے آپ ہی کے علم تکسیر کے خوشہ چیں ہیں۔

۷۔ ریاضی دانی میں آپ نے ڈاکٹر ضیاء الدین جیسے بین الاقوامی شہرت کے مالک سے اپنا لوہا منوایا اور بالآخر انہیں کہنا پڑا کہ میں نے علم لدنی کے بارے میں اب تک سنا تھا، آج دیکھ لیا۔

۸۔ علم جفر میں آپ کے کئی رسالے طبع ہو چکے ہیں اور علم کے متلاشی ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو کئی جلیل القدر علماء کرام نے ان کی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین وملت تسلیم کیا۔ اس بات کا ثبوت ان کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء میں بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا کے علمی کارنامے خود ان کی حیات میں تمام بلاد اسلامیہ میں سند کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ حرمین شریفین کے بیشتر علماء و مشائخ نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ فاضل بریلوی اپنی ذات میں ایک تحریک تھے جو ساری عمر سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں مصروف رہے۔ علمی روحانی لحاظ سے آپ کے بلند مقام کی وجہ سے آپ کو "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ امام احمد رضا کی امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے نظم ونثر کی ہر صنف سے کام لیا اور ہر صنف میں ان کا پایہ سب سے برتر نہیں تو کسی سے کمتر بھی نہ رہا۔

فاضل بریلوی نے اردو ادب میں صنف نعت کو ایک نئی جلا بخشی اور عشق رسول میں اردو کی نعتیہ شاعری میں چار چاند لگا دیئے آپ کے اردو فارسی کلام کا مجموعہ دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے موسوم ہے۔ حدائق بخشش کا ایک ایک شعر پڑھتے جایئے، لفظ لفظ سے عشق و محبت کا پھوٹتا ہوا ایک آبشار نظر آئے گا۔ امام احمد رضا نبی کریم ﷺ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا وسیع علم دے کر دنیا میں بھیجا کہ کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو۔ اور اس پر کوئی تصنیف نہ لکھی ہو۔ یقیناً آپ سرکار دو عالم ﷺ کے علوم کے صحیح جانشین تھے جس سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔

یوں تو قرآن کریم کا کتنے ہی علماء نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے لیکن قرآن کریم کی ترجمانی کا اگر اردو میں کسی نے حق ادا کیا ہے تو وہ فاضل بریلوی کا علمی شاہکار "کنز الایمان فی ترجمة القرآن ہے انصاف پسند حضرات بے ساختہ یوں پکار اٹھیں گے کہ

ترجمہ قرآں کا لکھا، کنز ایماں کر دیا

اے مفسر! واقف رمز خدا، پائندہ باد

حضرت رضا بریلوی کے فقہی کارنامے

امام احمد رضا بریلوی جیسی عظیم شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف عجم بلکہ اہل عرب کے بھی امام ہیں۔ آپ کے فتاوی کا مجموعہ "العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه" المعروف فتاوی رضویہ علوم و معارف اسلامیہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس سے اہل علم تا دیر اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ فتاوی رضویہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ فتاوی رضویہ کی ججوں اور بیرسٹروں نے بھی بہت تعریف کی ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے فتاوی رضویہ کو بہت سراہا ہے۔ دور حاضر کے جج صاحبان بھی فتاوی رضویہ کے مطالعے سے متاثر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے امام احمد رضا کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ ہائی کورٹ لائبریری کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے امام احمد رضا کی سینکڑوں کتب مع فتاوی رضویہ کی تمام جلدوں اور علوم اسلامیہ پر مشتمل کتابوں اور ایک الماری کا تحفہ سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو پر وقار تقریب میں پیش کیا گیا تھا۔ اب سندھ ہائی کورٹ لائبریری میں امام احمد رضا سے متعلق ایک سیکشن الگ سے قائم ہے جہاں جج صاحبان اور وکلاء امام احمد رضا کے علوم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

فتاوی رضویہ میں تمام فقہی مسائل کاذکر ہے۔ ان مسائل کے ذیل میں بہت سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تفصیل دیکھ کر پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے۔ فتاوی رضویہ میں تین زبانوں یعنی عربی، فارسی اور اردو میں فتوے جمع کئے گئے ہیں۔ اس کی صرف گیارہ جلدیں ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ فتاوی رضویہ میں فتووں کے علاوہ تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ رسائل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے الگ الگ تاریخی نام ہیں۔ فتاوی رضویہ کو ہندوستان کے مشہور قانون داں پروفیسر ڈی، ایف ملانے "ہندوستان کا فقہی شاہکار" قرار دیا اور شاہ معین الدین احمد (مدیر معارف اعظم گڑھ، بھارت) نے فتاوی رضویہ کے بارے میں کہا کہ "دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ ان کے عالمانہ، محققانہ فتاوی مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"

فاضل بریلوی قدس سرہ ایک بلند پایہ مفسر، مایہ ناز محدث، نادر روزگار متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عدیم النظیر فقیہہ بھی تھے۔ اس پر طرہ کے کتنے ہی دیگر علوم و فنون میں بھی آپ کو درجہ امامت حاصل تھا۔ لیکن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے اس سچے وارث نے بھی امام المسلمین کی طرح فقہ کو اپنا خصوصی میدان قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتاوی رضویہ شریف آپ کا مایہ ناز شاہکار ہے۔ یہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد جہازی سائز کے تقریباً ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ بعض فتوے تحقیق و تدقیق کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ آپ کے وہ معاصر جنہیں فقاہت میں حرف آخر سمجھا جاتا تھا جب اس امام اہل سنت کے فتوے ان حضرات کی نظروں سے گزرے تو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مقابلے میں انہوں نے خود کو طفل مکتب میں شمار کیا اور آپ سے کسب فیض کو غنیمت جانا۔ بعض مسائل پر داد تحقیق دیتے ہوئے جب آپ نے بارہ سو سالہ فقہی ذخیرہ کو کھنگال ڈالا، امام الائمہ قدس سرہ سے لے کر علامہ شامی علیہ الرحمۃ تک تحقیق کو پہنچایا، ہر دور میں اسے جن لفظوں میں بیان کیا گیا، کسی سے کمی یا بیشی ہوئی تو اس کا ذکر، ساتھ ہی وجوہات کہ ایسا کیوں ہوا؟ کون سا موقف اقرب الی الحق ہے اور کن دلائل کے تحت؟ غرض یہ کہ اس انداز سے میدان فقاہت میں داد تحقیق دیتے چلے گئے کہ دنیائے اسلام کے مایہ ناز علمی فرزندوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور آسمان فقاہت کے شمس و قمر سمجھے جانے والے حضرات آپ کی تحقیقات جلیلہ کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہی رہ جاتے ہیں۔ اسی لئے مکہ مکرمہ کے جلیل القدر عالم دین مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ علیہما المتوفی ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) نے فرمایا تھا اور بجا فرمایا تھا کہ اگر امام ابو حنیفہ اس ہستی کو دیکھتے تو اپنے اصحاب

میں شامل فرمالیتے۔آپ سے اختلاف رکھنے والے تو بے شمار ہیں لیکن شاید ایک بھی معاند اہل علم میں سے نہ مل سکے جو آپ کی عدیم النظیر فقاہت کا منکر ہو۔ان حقائق کے پیش نظر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ

ہے فتاوی رضویہ تیرے قلم کا شاہکار
سر بسر فضل خدا ، نبوی عطا ، پائندہ باد

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مختصر اور آسان زبان میں بھی جامع فتوی لکھنے کا ملکہ تھا۔اس اختصار میں گہرائی بدرجہ اتم ہوتی تھی۔ فتاوی رضویہ میں اس طرح کے فتاوی کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ فتاوی رضویہ کے مطالعہ کے دوران تحقیق کی ایک اور سمت کا تعین ہوا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے پاس برصغیر کے ہر چھوٹے بڑے شہر کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک خاص کر افغانستان، عراق، چین، افریقہ نیپال، بھوٹان، بنگال، بنگلہ دیش، پرتگال، برما، سیلون سے بھی استفتاء آتے تھے۔دور دراز علاقوں سے آپ کے پاس ہر خاص و عام کے استفتاء آتے۔ان مستفتیوں میں نامور علماء بھی ہوتے اور مشائخ بھی، ان کے علاوہ وکلاء ، جج صاحبان، مدرسین، دانشور حضرات، اساتذہ اور عام پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی آپ عادت کے مطابق سب کا فردا فردا جواب لکھتے یا لکھواتے لیکن جواب ضرور دیتے۔ استفتاء جس زبان میں ہوتا جواب بھی اسی زبان میں دیتے۔ منظوم استفتاء کا جواب منظوم دیتے تھے۔

محدث بریلوی کے اصلاحی کارنامے

امام احمد رضا ایک عظیم مصلح بھی تھے۔انہوں نے علمی، مذہبی اور دینی خدمات کے علاوہ سیاسی اور معاشرتی محاذ پر بھی رہبری اور رہنمائی کا فریضہ بدرجہ احسن سرانجام دیا۔ مسلم معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی اور ان برائیوں کی نشاندہی کی جو منشاء شریعت کے خلاف اور حرام و ناجائز ہیں۔ مثلاً طریقت کو شریعت سے الگ کرنا، عورتوں کا پیروں، فقیروں کے سامنے بے پردہ جانا، رہن سہن میں کفار و مشرکین کی مشابہت پیدا کرنا، قبر کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا وغیرہ۔

مزارات پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے ؟اس سلسلے میں فرمان امام اہل سنت مجدد دین و ملت یہ ہے کہ "مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں باادب سلام کرے۔ السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ و برکاتہ، پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف تین بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے تو سورۃ یٰسین اور سورۃ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے

کہ اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۴، صفحہ ۲۱۲)

امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت اور تدبر کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے ان کی تعلیم اور ان کے مفصل مدلل فتووں کا عمیق مطالعہ کیا ہو۔ پاکستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب "علماء اور سیاست" (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء) میں ترک موالات کے حوالے سے امام احمد رضا کے دو قومی نظریہ کا ذکر کیا ہے۔ مسعود ملت بابائے رضویات، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نے بھی " فاضل بریلوی اور ترک موالات " پر مقالہ قلم بند کیا ہے۔ مسعود ملت نے اپنی ایک کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی " (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) میں بھی امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر ایک مفصل باب باندھا ہے۔ مذکورہ مقالات اور کتابوں کی اشاعت کے بعد امام احمد رضا کا ذکر بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا ہے اور آپ کی سیاسی بصیرت پر مختلف فضلاء نے اظہار خیال فرمایا۔ کولمبیا یونیورسٹی امریکہ سے "امام احمد رضا اور اہل سنت و جماعت " پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والی ہندوستانی خاتون ڈاکٹر اوشا سانیال نے اپنے مقالے میں امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی سے مل سکے گا۔ آج ہر دانشور مفکر و مدبر امام احمد رضا کے تدبر، تحریک آزادی میں ان کی نظری مساعی اور ان کے خلفاء کی عملی مساعی کا قائل نظر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے امام احمد رضا کی معرفت کا اب تک حق ادا نہ کیا۔ ان کا تعلق ایک عظیم مجاہد خاندان سے تھا جو افغانستان سے تعلق رکھتا تھا۔ امام احمد رضا کے جسم میں یہی خون تھا۔ شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی ان کے محبوب شاعر تھے۔ انگریزی ظلم و استبداد کے اس دور میں اللہ کے اس شہید آزادی سے اپنی محبت کا اظہار بر ملا فرمایا اور دشمن سے خوف نہ کھایا۔

آج بھی ضرورت ہے کہ امام موصوف کی ان سیاسی اور ملی کوششوں کو اجاگر کیا جائے۔ جو انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونے کے لئے انہوں نے کیں۔ فاضل بریلوی نے مسلمانوں کے علمی، نظریاتی اور سیاسی حالت سنوارنے کے لئے عمر بھر کام کیا اور ایسے وقت میں برصغیر کے مسلمانوں کی

رہنمائی فرمائی جب وہ غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ آپ قدس سرہ نے مسلمانوں کے تشخص کے تحفظ کے لئے کوششیں کی۔ اور قلم کو مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کے لئے استعمال کیا۔

امام احمد رضا اتحاد عالم اسلام کے داعی تھے۔ ان کی دعوت اور پیغام کو ابھی تک سمجھا نہیں گیا ہے۔ اگر ان کے شرعی فیصلوں، سیاسی، معاشی، اقتصادی اور علمی نظریات سے استفادہ کیا جائے تو عالم اسلام میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

ماخذ و مراجع

۱) شائستہ زرین ـــــ رہبر ملت، مطبوعہ ۱۹۹۵ء، کراچی۔

۲) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر محدث بریلوی، مطبوعہ، ۱۹۹۳ء، کراچی۔

۳) مجید اللہ قادری پروفیسر ڈاکٹر ـــــ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، مطبوعہ، ۱۹۸۹ء، کراچی۔

۴) عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری ـــــ سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ، ۱۹۹۵ء، لاہور۔

۵) مظہر عرفانی ـــــ مولانا احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۹۷۶ء کراچی۔

۶) محمد ظفر الدین ـــــ ۱۴ویں صدی کے مجدد، مطبوعہ، ۱۹۸۷ء کراچی۔

۷) فیاض احمد خاں کاوش پروفیسر ـــــ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۹۹۰ء، صادق آباد۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

مزارات پر حاضری اور اس کے آداب

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ریڈر شعبۂ علوم اسلامیہ - ہمدرد یونیورسٹی - نئی دہلی

انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کا ایک نورانی قافلہ دنیا میں بھیجا جو اپنے اپنے دور میں زمانہ کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا آفاقی پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ اور انہیں مذہب حق کی تعلیم دے کر شرک وبدعت اور فسق وفجور سے نجات دلاتے رہے۔ انبیاء ومرسلین کا یہ زریں سلسلہ ختم ہونے کے بعد اس کی ذمہ داری ان کے وارثین علماء وصلحاء پر آن پڑی۔ ان حضرات نے بلا کم وکاست اسی پیغمبرانہ اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دیا اور گم گشتگان راہ ہدایت کو صراط مستقیم سے ہمکنار کرنے کی ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ عالم اسلام میں ایسے بندگان خدا جنہوں نے حق وصداقت کا پرچم بلند کیا ان کی ایک طویل فہرست ہے لیکن ہندوستان میں جن مشائخ وبزرگان دین نے اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا ان میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (م ۶۳۳ھ) حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی ناگوری (م ۶۰۳ھ) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) حضرت سیدنا سالار مسعود غازی (م ۴۲۵ھ) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی (م ۷۲۵ھ) حضرت صابر علاؤالدین کلیری (م ۶۹۰ھ) حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م ۷۵۶ھ) اور حضرت سیدنا شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی (م ۷۵۷ھ) علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے جس طرح شبانہ روز جدوجہد اور مخلصانہ عمل سے مذہب حق کی نشر واشاعت فرمائی اور بندگان خدا کے دلوں کو آلائشوں سے پاک کرکے ایمان کی روشنی سے منور کیا وہ خود ایک تفصیلی بحث کا متقاضی ہے۔ اس بحث کو میں کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ ذیل میں ان کی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کا ذکر اس حیثیت سے کیا جا رہا ہے کہ آج سرزمین ہند پر جو اسلام کی تابانی نظر آ رہی ہے وہ انہیں حضرات کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے اسی لئے بندگان خدا کی ایک بھاری جمعیت ان کی زندگی میں ہی ان حضرات کی معتقد ہوئی اور حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر فیوض وبرکات سے اپنے آپ کو مالا مال کیا۔

فیوض وبرکات کا وہ چشمہ ان مقربین بارگاہ الٰہی کے مزارات سے حسب سابق آج بھی جاری ہے اس لئے باشندگان ہند بلا تفریق مسلک وملت ان نفوس قدسیہ کی بارگاہ میں حاضری دے کر ان کے توسل سے بارگاہ قاضی الحاجات میں اپنا استغاثہ پیش کر کے رحمت الٰہی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ چونکہ ان بزرگان الٰہی کے واسطے سے دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں اس لئے عقیدت مندوں اور پریشان حال بندگان خدا کی بھیڑ ان بزرگوں کی بارگاہ میں ہمیشہ جمع رہتی ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ معتقدین ان اولیاء اللہ کی بارگاہ میں مخلصانہ انداز میں حاضری دیتے ہیں اور فرط عقیدت میں بہت سے ایسے امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جن کی شریعت مطہرہ قطعاً اجازت نہیں دیتی لہٰذا ضروری ہے کہ مزارات پر حاضری کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان بزرگان دین کی بارگاہ میں حاضری دی جائے تاکہ ان کے فیوض وبرکات اور نگاہ لطف کے ہم زیادہ سے زیادہ حق دار ہو سکیں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور مرنے کلنے کو یاد دلاتی ہیں۔ اس لئے بعض ارباب دین ودانش نے مزارات کی حاضری کو مستحب اور بعض نے واجب لکھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں سرکار دو عالم ﷺ نے زیارت قبور کو دو وجہوں سے منع فرمایا تھا (۱) بتوں کی عبادت سے مشابہت کا خوف (۲) اس کا اندیشہ کہ لوگ زمانہ جاہلیت جیسے قول وفعل کے کہیں مرتکب نہ ہوں۔ پھر جب اسلام کے قواعد وضوابط منضبط ہوئے تو پیغمبر اسلام نے یہ حکم منسوخ فرمادیا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"تم کو میں نے قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کرو۔"......۱

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، مسند احمد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر موخرالذکر روایت کے الفاظ کچھ زاید ہیں جس کا مطلب یہ ہے

"اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے تمہیں زیارت قبور سے روکا تھا اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ اس سے دنیا میں زہد پیدا ہوتا ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔......۲"

انہیں احادیث کریمہ کی روشنی میں علماء کرام اور اساطین دین وملت نے مزارات کی زیارت اور اس سے اکتساب فیض کو امر مباح اور کار ثواب لکھا ہے۔ صدر الصدور دہلی حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) نے اپنی کتاب " منتهى المقال فى شرح حديث لا تشد الرحال "جو

حدیث "شد رحال" کی شرح ہے اور "روضہ رسول پر حاضری" کے عنوان میں حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اس کے مصنف نے بھی عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کو امر مستحسن اور ان سے استمداد و استعانت کو جائز اور امر مباح لکھا ہے۔ مصنف کتاب امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"جب زائر قبر کے قریب ہوتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح صاحب قبر کو زائر سے تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں نفوس میں دو قسم کے تعلق ہوتے ہیں (۱) مقابلہ معنوی (۲) علاقہ خاص۔ اور اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہو تو زائر کا نفس استفادہ اور استفاضہ کرتا ہے۔...... ۳"

مزارات پر حاضری اور ان سے اکتساب فیض و برکت کو عالم اسلام میں بڑا طبقہ صرف جائز اور مستحسن ہی نہیں سمجھتا بلکہ عملی طور پر اسے انجام بھی دیتا ہے اور ان کی حاضری کا مقصد تقریباً یہی ہوتا ہے کہ صاحبان مزار کی ارواح طیبات سے استعانت کر کے اپنی پریشانیاں اور مشکلات دور کرے۔ علمائے اسلام نے صاحب قبر سے استمداد و استعانت کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ استعانت کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ استعانت حقیقی ۲۔ استعانت غیر حقیقی

استعانت حقیقی یہ ہے کہ جس سے مدد چاہیں اسے قادر بالذات و مالک و مستقل و غنی و بے نیاز جانیں کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔

استعانت غیر حقیقی یہ ہے کہ جس سے مدد کا خواں ہو اسے وصول فیض کا ذریعہ اور قضائے حاجات کا ذریعہ و وسیلہ جانے اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت نے قرآن میں فرمایا۔ " وابتغوا الیہ الوسیلہ" اس وجہ سے اہل اسلام انبیاء و اولیاء کرام سے استعانت کرتے ہیں۔...... ۴

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری (م ۱۳۴۰ھ) نے بھی اولیاء اللہ کو واسطۂ وصول فیض و وسیلۂ قضائے حاجات جانا ہے وہ فرماتے ہیں۔

" وابتغوا الیہ الوسیلہ " اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو یہ بیں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس

ایاک نستعین سے منافی نہیں" ۵

... حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ یہی ہے تاکہ ہر طرح کی استعانت کو شرک نہ

قرار دیا جاسکے اور اگر یہ تقسیم نہ کی جائے تو حدیث و قرآن میں جہاں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر گیا ہے وہاں کیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) کا یہ معمول رہا ہے کہ جب وہ بغداد تشریف لے جاتے تو حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۵۰ھ) کے مزار اقدس پر ضرور تشریف لے جاتے اور قبر اقدس سے استمداد و استعانت کرتے۔ حضرت شیخ شہاب الدین احمد حجر مکی (م ۹۷۳ھ) اپنی کتاب "الخیرات الاحسان" میں لکھتے ہیں:

"ہمیشہ سے علماء و اہل حاجات کا داب (طریقہ) رہا کہ وہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اس کے وسیلے سے قضائے حاجات چاہتے اور اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے از انجملہ رکن اسلام حضرت شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب بغداد میں فروکش تھے۔ فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت لیتا ہوں ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت روائی ہوتی ہے۔"......۶۔

محقق علی الاطلاق سیدنا شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) کا ہندوستانی مسلمانوں پر زبردست احسان ہے کہ ان کی ذات ستودہ صفات سے یہاں اشاعت حدیث کی گرم بازاری ہوئی۔ انہوں نے بھی مزارات اولیاء پر حاضری کو مستحسن مانا ہے اور اصحاب قبور سے فیوض و برکات حاصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اصحاب قبور سے استمداد و استعانت کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ مردے قبر میں زندہ رہتے ہیں اور ادراک و سماعت کی قوت انہیں حاصل رہتی ہے۔ جذب القلوب میں تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد وارند بہ ثبوت اور اکات مثل علم و سماع مر سائر اموات"......۷۔

(تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مردے (اپنی قبر) میں دیکھتے سنتے اور ادراک کرتے ہیں)

ولی اللہی فکر کو ارباب علم و دانش میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) ہندوستان کے ان علماء اور دانشوروں میں سے ایک ہیں جن کی تحریریں بطور سند پیش کی جاتی ہیں۔ انہوں نے بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کو صرف جائز ہی نہیں قرار دیا ہے بلکہ دنیوی امور میں اگر کوئی پریشانی لاحق ہو تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرنے کا

مشورہ اور حکم بھی دیا ہے۔" انفاس العارفین" میں وہ فرماتے ہیں۔

" اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور "......۸۔

(جب تم دنیوی امور میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو)

بزرگان دین کے مزارات پر حاضری اور اصحاب قبور سے استمداد و استعانت کا سلسلہ ایک مدت سے مسلم معاشرہ میں جاری ہے اس کے جواز کے سلسلے میں علمائے سلف اور اکابر مشائخ کرام کے وقیع اور مستند اقوال ملتے ہیں جن کی تفصیل اولیاء کرام سے متعلق سیرت و سوانح کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے قرآن و حدیث کے بعد اس مختصر مقالے میں انہیں شخصیات کے اقوال اور کردار و عمل کو پیش کیا ہے جن کی عظمت اور جلالت قدر کے علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں یکساں معترف ہیں۔ جب یہ بات طے ہو چکی کہ مزارات اولیاء پر حاضری جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہے اور وہاں حاضری دینے والوں کو دینی و دنیاوی منافع حاصل ہوتے ہیں تو اس کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ کون سا وہ مبارک دن ہے جس دن کی حاضری سے زائرین پر صاحب مزار کی خصوصی توجہ ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۵ھ) نے اپنی شاہکار تصنیف "نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن" میں مستند کتابوں کے حوالے سے علمائے سلف کے اقوال نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ زیارت قبور کے لئے سب سے افضل دن جمعہ، شنبہ، دوشنبہ اور جمعرات کے ایام ہیں۔ مگر انہوں نے "مجمع البرکات" کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ مردوں کو جمعہ کے دن معلوم کرنے کی قوت نسبتاً دوسرے دنوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے مردے اپنے زائرین کو اس دن دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ مزارات پر ہندوستان میں ہی صرف نہیں بلکہ برصغیر میں جمعہ اور جمعرات کے دن نسبتاً اور دنوں سے زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔ جمعرات کے علاوہ شب برأت، عشرہ ذوالحجہ، عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، یوم عاشورہ میں مزارات پر حاضری کو افضل اور ان سے حصول فیوض کو مستحب قرار دیا ہے۔

مزارات اولیاء کی زیارت کے وقت اتنا ضرور خیال رکھے کہ اول گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے جیسا کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

"جب کوئی زیارت قبور کے لئے جانا چاہے تو اول گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے اس طور پر کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی ایک بار قل ھو اللہ یعنی سورہ اخلاص تین بار پڑھے پھر سلام کے بعد اگر کسی قبر معین کے لئے جانا چاہے تو کہے اس دو رکعت نماز کا ثواب فلاں کی روح کو بخشا اور اگر

عام مردوں کی زیارت کا ارادہ ہو تو یوں کہے کہ اس دوگانہ کا ثواب جملہ مردوں کی روح کو بخشا"۔۔۔۔۹ے

پھر زائر اپنے گھر سے نکلے اور جس مزار شریف کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے جائے مگر اثنائے راہ میں کسی سے بے مقصد گفتگو نہ کرے اور جب قبرستان پہنچ جائے تو اسی طرح سلام پیش کرے جس طرح اکابر علماء کا معمول رہا ہے یعنی " السلام علیکم دار قوم مومنین و انا انشاء اللہ بکم لا حقون و اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ"۔۔۔۔۔۱۰ے کہے۔ لیکن اگر زائر زیارت کی غرض سے ایسی جگہ جارہا ہے جہاں مسلم و غیر مسلم دونوں کی قبریں ہیں اور باہم ملی جلی ہیں تو سلام اس طرح کریں " السلام علی من اتبع الھدی " ۔۔۔۔۔۱۱ے جب قبرستان میں داخل ہو جائے تو سورہ یٰسین ، فاتحہ ، سورہ بقرہ مفلحون تک ، آیۃ الکرسی ، آمن الرسول ، تبارک الملک ، سورہ التکاثر اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرے اور آخر میں کہے اوصل ثواب ماقرانا ہ الی فلاں ۔۔۔۔۔ ۱۱ے (جو کچھ پڑھا اس نے اس کا ثواب فلاں (کی روح) کو پہنچاتا ہوں) پھر اگر زائر کسی مخصوص قبر سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ آنے والا صاحب قبر کی پائنتی سے آئے اس کا سرہانے۔ نا ٹھیک نہیں سرہانے سے آنے کی صورت میں میت کی نظر کو مشقت ہو گی اور پائنتی کی طرف سے آنے کی صورت میں مشقت نہیں کیونکہ ایسی صورت میں زائر صاحب قبر کے سامنے ہوتا ہے۔ حضرت ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول. لا نہ یکون مقابل بصرہ "۔۔۔۔۔ ۱۲ے

زائر جب تک کہ اصحاب قبور کے پاس رہے تمام آداب قبور محفوظ خاطر رکھے کوئی ایسی گستاخی یا کوئی ایسا عمل وہاں سرزد نہ ہونے پائے جو امور بدعت سے ہو اور وہی عمل بزرگان دین اور اصحاب قبور کی شان میں تنقیص عظمت کا سبب جائے۔ آداب قبر کے تعلق سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت منقول ہے وہ فرماتی ہیں۔

"جب تک میرے حجرے میں رسول پاک ﷺ اور میرے والد ماجد حضرت ابو بکر صدیق کی قبریں تھی میں اسی حجرے میں بے پردہ آتی جاتی تھی اور دل میں سوچتی تھی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور ایک میرے باپ ہیں نہ شوہر سے پردہ ہے نہ باپ سے پردہ ہے لیکن جب اس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اس کے بعد سے جب میں حجرے میں داخل ہوتی تھی تو اپنے آپ کو کپڑوں

میں ڈھانپ لیتی تھی کیونکہ حضرت عمر سے میرا پردہ تھا مجھے حیا آتی تھی کہ حضرت عمر کے سامنے میں بے پردہ جاؤں...... ۱۳۔

مزارات اولیاء و صلحاء کی زیارت کی غرض سے جانے والے بندگان خدا فرط عقیدت میں اہیں تو قبر اقدس کا بوسہ لے سکتے ہیں اکابر علمائے کرام کا اس پر عمل رہا ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شرف بن احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک بار قبر کے بوسہ دینے کا تذکرہ آگیا تو آپ نے فرمایا۔

"قبر کو بوسہ دینا اور سر اور ہاتھ رکھنا نہیں آیا ہے مگر ماں باپ اور استاد کے قبر کو اگر برکت کے لئے دے تو جائز ہے اور بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کی قبر کو بھی بوسہ دے کیونکہ معتادہ بھی استاد کے ذمہ آتے ہیں...... ۱۴۔ پھر اسی مجلس میں کسی نے دادی کی قبر کو بوسہ دینے سے متعلق سوال کیا تو آپ فرمایا:

"ماں کے قبر کو بوسہ دینا بہت کم دیکھا گیا ہے ہاں دادی بھی ماں کے معنی میں آتی ہے اس لئے اس کے قبر پر ہار رکھنا اور اس کو بوسہ دینا درست ہے۔"

اس کے فرمایا، ماں باپ کے قبر کو بوسہ دینا اس روایت کی بناء پر جائز ہے کہ عہد رسالت پناہی ﷺ میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر یہ کام ہو جائے تو بہشت کے در کو حور عین کو بوسہ دوں گا اس کے بعد حضور رسو مقبول ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ نذر اتارنے والا کس طرح اپنی نذر اتارے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے گویا اس نے بہشت کے در کو بوسہ دیا اور باپ کی پیشانی کو چومے گویا اس نے حور عین کو بوسہ دیا۔

اس کے بعد پوچھا، یا رسول اللہ اگر اس کے ماں باپ مر چکے ہو توں کیا کرے تو پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے قبر کو بوسہ دے اور اسی روایت کی بنا پر ماں باپ کے قبر کو چومنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر ماں باپ کے قبر کا پتہ نہ ہو تو وہ کیا کرے، ارشاد ہوا۔ ایک دوسری قبر ماں باپ کی نیت سے بنائے اور اسے بوسہ دے"...... ۱۵۔

حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مجمع البحرین تھی۔ علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں ان کے حلقہ درس میں شامل تھے آج بھی ان دونوں حلقوں میں آپ کی تحریروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مزارات اولیاء اور بزرگان دین کی قبروں کو چومنے سے

متعلق ان کا عقیدہ بالکل واضح تھا اس سلسلے میں وہ صرف جواز ہی کہ قائل نہ تھے بلکہ سختی سے اس پر عمل پیرا بھی تھے۔ ملفوظات عزیزی میں ہے۔

"اپنے بھائی مولوی عبدالقادر کے عرس کی تقریب میں آپ اپنے آباء واجداد کی مزار پر بعد مسافت کے باوجود پیدل تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے قبر انور کو بوسہ دیا اور فاتحہ پڑھی"......١٦

والدین اور بزرگان دین کی قبر کا بوسہ لینا جائز ہے بلکہ سطور بالا میں علمائے سلف کے کردار و عمل سے واضح ہوا لیکن قبر پر سجدہ ہرگز جائز نہیں یہ امور بدعت سے مجاورین قبر کی لاپرواہی سے بندگان خدا فرط عقیدت میں اس بدعت کے مرتکب ہو جاتے ہیں علماء اور سجادگان مزارات اولیاء اللہ کی ذمہ داری ہے کہ مزارات مقدسہ پر ہونے والی بدعت سے عقیدت مندوں کو باز رکھیں اور اس قسم کے امور کی ہرگز اجازت نہ دیں۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ جن کے معتقدین ملت اسلامیہ میں "بریلوی" کہے جاتے ہیں انہوں نے قبر پرستی کے علاوہ مزارات مقدسہ پر ہونے والے تمام امور بدعت کی سختی سے تردید کی ہے انہوں نے اپنی کتاب " الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" (حرمت سجدہ تعظیمی) میں واضح طور پر لکھا ہے۔

"مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع ہے مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو بھی سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔ مزار انور کو سجدہ تو قطعی حرام ہے ائر جاہلوں کے فعل سے دھوکہ نہ کھایئے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کیجئے"...١٧

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا نے حرمت سجدہ تعظیمی کے تعلق سے اپنے موقف کو چالیس احادیث اور ایک سو دس نصوص فقہیہ سے مزین کیا ہے۔ مزار کا طواف اور اس کی چوکھٹ کا بوسہ اور مزار شریف سے الٹے پاؤں پھرنے کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد رضا قادری فتاوی رضویہ جلد چہارم میں فرماتے ہیں۔

"مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے تعظیم بالطواف مخصوص خانۂ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے کہ علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور ادب اسی میں زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں، اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع شریف میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی قال اللہ ان الحکم للہ"

ہاتھ باندھے الٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں

حرج نہیں ہاں مگر اس میں اپنی یا دوسروں کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے (واللہ تعالیٰ اعلم)......۱۸۔

مزارات پر عورتوں کی حاضری کے متعلق بھی مولانا احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بہت سخت تھا۔ مزارات پر عورتوں کی حاضری کو بھی انہوں نے امور بدعت سے لکھا ہے اس سلسلے میں انہوں نے ۱۳۳۹ھ میں باضابطہ ایک رسالہ "جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور" لکھا جو "مزارات پر عورتوں کی حاضری" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس رسالہ میں انہوں نے جنازہ میں خروج کی ممانعت سے متعلق ایک حدیث نقل کرنے کے بعد مزارات پر عورتوں کی حاضری کے تعلق سے اپنا دوٹوک فیصلہ سناتے ہوئے لکھا ہے

"اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اس کے لئے ان کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے"......۱۹۔

اب رہا سوال قبروں پر پھول اور چادر ڈالنے کا تو یہ عمل نہ تو امور بدعت سے ہے اور نہ ہی فرائض و واجبات سے ہے اس عمل کا تعلق استحباب سے ہے جو شئ مستحب ہوتی ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جائز بھی ہو۔ قبروں پر پھول ڈالنے کے تعلق سے چہ جائیکہ از خود کوئی رائے قائم کی جائے علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں کے مرکز عقیدت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جواب نقل کر دیا جائے جو انہوں نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا۔ ذیل میں سوال و جواب دونوں نقل کیا جا رہا ہے۔

"ایک شخص نے سوال کیا والدین کی قبر پر بوسہ دینا اور ان کے مزار مقدس پر پھول ڈالنا کیسا ہے شاہ عبدالعزیز اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

زیارت قبور کے تعلق سے بہت سی بدعتیں راہ پا گئی ہیں فقہاء اسے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں والدین کے قبر کو بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ راستے میں گذر رہے تھے وہاں دو قبریں تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا اس میں سے ایک پیشاب سے اجتناب نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی اور بدگوئی کرتا تھا آپ نے ایک لکڑی طلب کی۔ کہتے ہیں کہ قریب میں ایک میلا کا درخت تھا اس کے آپ نے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبر پر رکھ دئے اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ سرسبز رہیں گے اس قبر پر عذاب نہ ہوگا"......۲۰۔

حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں پر پھول ڈالنے کے ثبوت میں جس حدیث رسول مقبول ﷺ کا ذکر کیا علمائے اہل سنت اسی حدیث سے دلیل پکڑ کر قبروں پر پھول ڈالنے کو روا اور جائز قرار دیتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص قبروں پر پھول نہ ڈال کر اتنی رقم صدقہ کرنا چاہے تو یہ بھی بہتر ہے بلکہ بعض اکابر صوفیاء نے اسے افضل قرار دیا ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی سائل نے سوال کیا کہ حضور یہ بتایئے کہ قبر پر پھول رکھنا بہتر ہے یا صدقہ کرنا تو انہوں نے فرمایا۔

"پھول ڈالنے سے فقیروں کو دینا اولیٰ ہے۔ امام ابو حفص سے کسی نے پوچھا کہ مردے کے ثواب کے لئے نماز پڑھنا افضل ہے یا صدقہ کرنا؟ فرمایا صدقہ دینا افضل اگر اس پر دین (قرض) نہ ہو کیونکہ صدقہ اور خیرات کی منفعت راجع ہے اس کے ساتھ بھی اور اس کے بغیر بھی"......۲۱۔

قبروں پر چادر ڈالنا بھی اکابر علمائے اہل سنت کا معمول رہا ہے اور وہ اس لئے کہ جس طرح قرآن مقدس کو جزدان میں ہم اس لئے رکھتے ہیں تاکہ تمام کتابوں میں اس کی عظمت واضح رہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور مساجد میں مینار کا اہتمام اس لئے کرتے ہیں تاکہ ببانگ دہل یہ مینار اعلان کریں کہ یہ خدا کا گھر ہے ٹھیک اسی طرح بزرگان دین کی قبروں پر چادر اس لئے چڑھائی جاتی ہے کہ عام قبروں سے اس کا امتیاز ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقربین کی قبریں ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ شرع شریف میں چادر ڈالنے کی کوئی ممانعت نہیں آئی ہے اور جس چیز سے شریعت نے منع نہ کیا ہو "اصل الاشیاء الاباحۃ" کے تحت اس کے جواز میں شبہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا ہے چادر چڑھانے کے بجائے صدقہ وخیرات کو ترجیح دیتا ہے تو یہ بھی افضل ہے۔

مقربین بارگاہ الٰہی کی قبروں پر جو شخص جاتا ہے اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتا ہے تو اصحاب قبور ارحم الراحمین کے فضل وکرم سے اس کی پریشانیوں کو دور فرمادیا کرتے ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے انہیں اتنی قدرت حاصل رہتی ہے کہ وہ مرضیٔ مولیٰ کے مطابق بندگان خدا کی دستگیری کر سکیں۔ بعض بزرگان دین کے بارے میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ جس طرح انہیں زندگی میں تصرف کا اختیار حاصل تھا اسی طرح وہ اپنی قبروں میں اب بھی تصرف فرما رہے ہیں۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۷۱۵" میں اور مولانا عبد الرحمٰن جامی نے "نفحات الانس" میں ایسے چار بزرگوں کا ذکر کیا ہے جن کا تصرف حسب سابق آج بھی جاری ہے۔ (۱) شیخ

معروف کرخی (۲) شیخ عبد القادر جیلانی (۳) شیخ عقیل منجی (۴) شیخ حیات حرانی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)...... ۲۲۔

اصحاب قبور کے تصرف و اختیار سے متعلق متعدد واقعات کتب سوانح و سیر میں موجود ہیں تفصیلی معلومات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ برہنائے ثبوت یہاں صرف ایک واقعہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا ذیل میں دیا جارہا ہے جو کسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے قبر کی مٹی خلق خدا کے لئے شفا کا کام کرتی تھی۔ علمائے دیوبند کی مستند کتاب "ارواح ثلثہ" میں ہے۔

"ان کی قبر کی مٹی میں یہ تاثیر پیدا ہو گئی تھی جو بیمار اسے اپنے بازو پر باندھ لیتا تھا وہ اچھا ہو جاتا اُن کے صاحبزادے مولوی معین الدین اپنے باپ کی قبر پر ایک دن گئے اور شکایت کی اور کہا "اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا اور اسی دن سے مٹی کی وہ تاثیر ختم ہو گئی"...... ۲۳۔

اصحاب قبور سے استمداد اور ان سے فیوض و برکات کا حصول ایک عرصہ سے خلق خدا کا معمول رہا اور ہے لیکن مقربین بارگاہ الٰہی اور اولیاء کرام سے جو چیزیں منسوب ہو جاتی ہیں ارباب دین و دانش نے ان سے بھی مدد حاصل کی ہے اور حصول کامیابی و کامرانی کے لئے ذریعہ اور سبب بنایا ہے مورخین لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی کے جب کئی ایک حملے ہندوستان پر ناکام ہو گئے اور اسے فتح و کامرانی حاصل نہ ہوئی تو وہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضر ہوا شیخ نے تبرک کے طور پر سلطان کو اپنا خرقہ عنایت کیا اور جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو سلطان محمود غزنوی نے اس خرقہ مبارک کے وسیلے سے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اس کی یہ دعا قبول ہوئی اور فتح و نصرت نے اس کے قدم چومے۔ مراۃ الکونین کے مصنف لکھتے ہیں۔

"جنگ سومنات جب بہت سخت ہوئی اور خوف ہوا کہ شکست ہو تو محمود گھوڑے سے اترا اور دست دعا بدرگاہ الٰہی بلند کیا اور اس خرقہ کو ہاتھ پر رکھا اور منہ خاک پر اور الحاح کی الٰہی بابروئے شیخ اس خرقہ کے مجھے کفار پر فتح دے۔ ناگاہ درمیان کفار کے ایک غدر ہوا اور تاریکی پیدا ہوئی آپس میں سب نے تیغ زنی شروع کی اور متفرق ہوئے لشکر اسلام نے فتح پائی"...... ۲۴۔

منیم ہندوستان کی مستند تاریخ "تاریخ فرشتہ" کے مصنف محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں۔

میں نے ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود غزنوی نے شیخ ابوالحسن خرقانی کے خرقہ کو ہاتھ میں لے کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگ کر فتح حاصل کی۔ اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابوالحسن خرقانی کو دیکھا انہوں نے محمود سے فرمایا۔

"اے محمود تو نے میرے خرقہ کی آبروریزی کی ہے اگر تو فتح کی دعا کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی"...... ۲۵۔

اس واضح حقیقت کے باوجود بعض مدعیان دین و دانش مزارات اولیاء اور اصحاب قبور سے استمداد و استعانت اور حصول فیض و برکت کو ناجائز و حرام اور شرک لکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب مردے سن ہی نہیں سکتے تو وہ دوسروں کو نفع نقصان کس طرح پہنچا سکتے ہیں اور مردوں کے نہ سننے سے تعلق سے قرآن کی یہ آیت کریمہ "**وما انت بمسمع من فی القبور**" (۲) (اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں) پیش کرتے ہیں۔ ابوالکلام آزاد اویکننگ سینٹر دہلی سے زیر اہتمام "کیا مردے سنتے ہیں؟" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں مردوں کے نہ سننے کے تعلق سے کافی علمی صلاحیت صرف کرکے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب کی پیشانی پر یہی آیت مذکور درج ہے...... ۲۶۔

آیت مذکور "وما انت بمسمع من فی القبور" میں جن اصحاب کی عدم سماعت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اولیائے کرام اور دیگر مقربین بارگاہ الٰہی نہیں بلکہ کفار مراد ہیں۔ تمام مفسرین نے اس آیت میں اصحاب قبور سے مراد "کفار" کو ہی لیا ہے۔ یہ مختصر مقالہ ان تفصیلی مباحث کا متحمل نہیں اس لئے طوالت سے گریز کیا جا رہا ہے۔ البتہ دعویٰ بغیر سند کے رہنے کا الزام اس راقم پر نہ آ جائے اس لئے ثبوت میں مرکز ابوالکلام آزاد اویکننگ سینٹر دہلی ہی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ترجمہ قرآن کو پیش کیا جا رہا ہے جہاں سے "کیا مردے سنتے ہیں؟" نامی کتاب کو اشاعت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ اس قرآن مقدس میں حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۲۳۳ھ)، نواب وحید الزماں حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ) کا ترجمہ اور حاشیہ پر شیخ الحدیث محمد عبد الفلاح کی تفسیر ہے اس آیت کی تفسیر میں شیخ الحدیث محمد عبد الفلاح فرماتے ہیں۔

"یعنی مردوں تو۔ مراد وہ کافر ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں" ۲۷۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اگر بلا تبصرہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

"تفسیر خزائن العرفان جو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کے حاشیے پر چھپی ہے اس کے مصنف صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اس آیت "وما انت بمسمع من فی القبور" (تم سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں) کے تحت لکھتے ہیں۔

"یعنی کفار کو۔ اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نہیں نفع اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے بد انجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت اور نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہو رہا ہو" ..... ۲۸۔

حوالہ جات

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز جلد دوم صفحہ ۴۶۱
۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۵۷۱ جلد دوم صفحہ ۵۰۱
۳۔ منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال صفحہ ۳۵
۴۔ عقائد الاسلام (العقیدۃ الحسنہ) صفحہ ۳۱۹
۵۔ برکات الامداد لاہل الاستمداد صفحہ ۴
۶۔ جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان صفحہ ۱۶۶
۷۔ جذب القلوب صفحہ ۲۰۲
۸۔ انفاس العارفین صفحہ ۱۰۷
۹۔ معدن المعانی صفحہ ۵۲۴
۱۰۔ نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن صفحہ ۴۳
۱۱۔ در مختار جلد اول صفحہ ۶۶۶
۱۲۔ در مختار جلد اول صفحہ ۶۶۶
۱۳۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۵۴
۱۴۔ معدن المعانی صفحہ ۵۲۸
۱۵۔ معدن المعانی صفحہ ۵۲۹
۱۶۔ ملفوظات عزیزی صفحہ ۴۱
۱۷۔ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ صفحہ ۵۱، ۵۲
۱۸۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۸
۱۹۔ مزارات پر عورتوں کی حاضری صفحہ ۵۱
۲۰۔ ملفوظات عزیزی صفحہ ۲۳
۲۱۔ معدن المعانی صفحہ ۵۳۰
۲۲۔ نفحات الانس صفحہ ۴۸۱
۲۳۔ ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۲۲
۲۴۔ مراۃ الکونین صفحہ ۲۴۴
۲۵۔ تاریخ فرشتہ (اردو) (۱:۱۵۰)
۲۶۔ کیا مردے سنتے ہیں؟ صفحہ ۹
۲۷۔ سورۃ الفاطر آیت ۲۲ حاشیہ صفحہ ۵۲۳

۲۸۔ ترجمہ القرآن کنزالایمان۔ الفاطر آیت ۲۲ حاشیہ نمبر ۶۲

مراجع

القرآن الکریم (کنزالایمان مع خزائن العرفان)۔۔۔ مکتبہ نعیمیہ دیپاسرائے سنبھل

القرآن الکریم (ترجمہ شاہ رفیع الدین)۔ مرکز ابوالکلام آزاد للتوعیۃ الاسلامیہ نئی دہلی ۱۹۹۴ء

صحیح البخاری شریف۔۔۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۱۰ھ

ارواح ثلثہ۔۔۔ ظہور الحسن۔۔۔ سہارنپور ۱۳۷۰ھ

انفاس العارفین۔۔۔ شاہ ولی اللہ۔۔۔ دہلی ۱۹۱۷ء

برکات الامداد لاہل الاستمداد۔۔۔ امام احمد رضا۔۔۔ بریلی ۱۳۱۱ھ

تاریخ فرشتہ۔۔۔ محمد قاسم فرشتہ۔۔۔ دیوبند ۱۹۸۳ء

جذب القلوب۔۔۔ شیخ عبدالحق۔۔۔ دہلی ۱۲۸۶ھ

جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور۔۔۔ امام احمد رضا۔۔۔ الہ آباد ۱۹۸۰ء

الخیرات الحسان۔۔۔ ابن حجر مکی۔۔۔ استانبول ۱۹۷۶ء

درمختار۔۔۔ ابن عابدین شامی۔۔۔ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر

الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ۔۔۔ امام احمد رضا۔۔۔ لاہور ۱۹۷۷ء

سنن ابی داؤد۔۔۔ اصح المطابع وکارخانہ تجارت آرام باغ کراچی

سنن ابن ماجہ۔۔۔ دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۲ء

العقیدۃ الحسنہ (عقائد الاسلام)۔۔۔ شاہ ولی اللہ۔۔۔ مکتبہ جام نور دہلی

فتاویٰ رضویہ۔۔۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء

کیا مردے سنتے ہیں؟۔۔۔ ابوالکلام آزاد اویکننگ سینٹر۔۔۔ نئی دہلی ۱۹۹۴ء

مجموعہ کمالات عزیزی۔۔۔ ظہیر الدین احمد۔۔۔ دہلی ۱۳۴۸ھ

مرأۃ الکونین۔۔۔ غلام نبی احمد فردوسی۔۔۔ لکھنؤ ۱۹۱۰ء

معدن المعانی۔۔۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔۔۔ بہار شریف نالندہ ۱۹۵۸ء

مشکوٰۃ شریف۔۔۔ فاروقیہ بک ڈپو مٹیا محل۔۔۔ دہلی

ملفوظات شاہ عبدالعزیز۔۔۔ بشیر الدین قادری۔۔۔ میرٹھ ۱۳۱۴ھ

منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال۔۔۔ صدر الدین آزردہ۔۔۔ کراچی ۱۹۹۰ء

نفحات الانس۔۔۔ عبدالرحمن جامی۔۔۔ لکھنؤ ۱۹۱۵ء

نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن۔۔۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی۔۔۔ الہ آباد ۱۹۷۷ء

اخبار رضا

☆ "امام احمد رضا کاملین کی نظر میں" مرتبہ سید صابر حسین شاہ بخاری، رضا اکیڈمی، لاہور، پاکستان نے شائع کرکے مفت تقسیم کی ہے۔ ☆ علامہ ارشد القادری کی دیوبندیت کے قلعوں میں تہلکہ مچادینے والی کتاب "زلزلہ" کا انگریزی ترجمہ سنی یوتھ فیڈریشن ۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۸ نے شائع کردیا ہے۔ قیمت۔ ۳۰ روپے۔ قارئین - ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ ☆ حضرت سید آل رسول مارہروی کی برسوں کی تحقیق کا نچوڑ، اسلامی معلومات کا خزانہ "کیا آپ جانتے ہیں؟" عنقریب شائع ہونے جارہی ہے جس کا اجراء امسال عرس قاسمی مارہرہ شریف میں ہوگا۔ ☆ مولانا رحمت اللہ صدیقی مدیر اعلیٰ پیغام رضا کی مرتبہ "مشائخ چشت اور امام احمد رضا" امسال عرس غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر شائع ہو رہی ہے۔ ☆ ڈاکٹر سراج احمد بستوی جنھوں نے "مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری" عنوان پر ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی، کا تحقیقی مقالہ کانپور یونیورسٹی۔ کانپور سے شائع ہوگیا ہے۔ کتاب ملنے کا پتہ: رضوی کتاب گھر ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶۔ قیمت۔ ۹۰ روپے ☆ "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" مرتب: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا دوسرا ایڈیشن ادارہ مسعودیہ کراچی، پاکستان نے ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کے جدید اضافوں کے ساتھ شائع کردیا ہے۔ ☆ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۷۸۶ ویں تاریخی عرس مبارک (۱۴۱۹ھ) کے موقع پر ادارہ شرعیہ مہاراشٹر کی پیشکش "مناقب خواجہ غریب نواز" و "وظائف خواجہ خواجگان" مرتب: مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی منظر عام پر آرہی ہے۔ ملنے کا پتہ: مفتی اشرف رضا قادری، مسجد اشرفیہ، منیش مارکیٹ، پلٹن روڈ، ممبئی۔۱ خواہشمند حضرات - ۱۰ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ ☆ رضا دارالمطالعہ۔ پوکھریا ستامڑھی بہار کے زیر اہتمام حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی کی ادارت میں "پیغام رضا" کا امام احمد رضا نمبر (۱۹۹۷ء) ۵۲۸ صفحات پر مشتمل جدید تحقیقات کی روشنی میں شائع ہوا ہے خواہشمند حضرات مکتبہ المدینہ مینارہ مسجد ممبئی سے حاصل کریں۔ ☆ ۲۰، ۲۱، ۲۲ نومبر ۱۹۹۸ء کو ممبئی کی سرزمین پر سنی دعوت اسلامی کا سالانہ سنی اجتماع منعقد ہونے جارہا ہے۔ ☆ ۱۳، ۱۴، ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء کو احمد آباد کی سرزمین پر دعوت اسلامی کا سالانہ اجتماع منعقد ہونے جارہا ہے

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علمائے اہلِ سنّت وجماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار رہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازی